امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 5 جمادی الاولیٰ 1437ھ بمطابق مارچ 2016ء شمارہ 1

موسم بہار کیا لا رہا ہے ؟

چہار ملکی کانفرنس سے وابستہ امریکی توقعات اور امارت اسلامیہ کا موقف

2015کی فتوحات سے 2016کی کامیابی تک

امریکا بے وقوفی کی دہلیز پر

امریکی جرائم اور رواں جہاد

سعودی ایران تنازع!؟

متمدن دنیا بدمعاشوں کے قبضے میں

مجاہدین کے تربیتی پروگراموں کی رُوداد

قومی ملیشیا کے اہل کاروں کو مجاہدین سب سے پہلے دعوت دیتے ہیں

سرپُل کے مسئول مولوی عطاء محمد کا انٹرویو

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی ﷺ قال له اريد ان ابعثك على جيش فيسلمك الله ويغنمك وارغب لك من المال رغبة صالحة فقلتُ يا رسول الله ﷺ ما اسلمتُ من اجل المال ولكن اَسْلَمْتُ رغبة في الاسلام وان اكون معك، فقال يا عمرو نعم المال الصالح للمرء الصالح۔ [رواہ احمد]

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں، پھر تم اللہ تعالی کے فضل سے صحیح وسالم لوٹو [اور وہ مہم تمہارے ہاتھ پر فتح ہو] اور تم کو مال غنیمت حاصل ہو اور اللہ تعالی کی طرف سے تم کو مال ودولت کا اچھا عطیہ ملے۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسلام مال ودولت کے لیے قبول نہیں کیا ہے بلکہ میں نے اسلام کی رغبت ومحبت کی وجہ سے اس کو قبول کیا ہے، اور اس لیے کہ آپ ﷺ کی معیت ورفاقت مجھے نصیب ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمرو! اللہ تعالی کے صالح بندہ کے لیے جائز وپاکیزہ مال ودولت اچھی چیز ہے [اور قابل قدر نعمت] ہے۔ [مسند احمد]

فرمان امیر المومنین ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ

-مجاہدین اس بات کی جانب پوری شدت سے متوجہ رہیں کہ کارروائیوں کے دوران بے گناہ لوگوں کا خون نہ بہے۔ امارت اسلامیہ اپنے عوام کے تحفظ کا ذمہ دار ہے۔ اور میں امارت اسلامیہ کے امیر کی حیثیت سے کبھی بھی یہ اجازت نہیں دیتا کہ بے احتیاطی کے باعث لوگوں کے جان یا مال کو نقصان پہنچایا جائے۔

-مجاہدین کو کسی بھی معاملے میں اس بات کی اجازت نہیں کہ اپنی طرف سے ایسے احکامات جاری کریں جو شریعت سے متصادم ہوں، یا ایسی کوئی مصلحت جس سے اللہ تعالی ناراض ہو اور تمہارے نفسوں کو اس سے خوشی ملے۔ ایسا سلوک اپنے ساتھیوں سے آپس میں ہو یا عوام کے ساتھ۔ حتی کہ دشمن سے بھی ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے جس سے اللہ تعالی کی ناراضگی کا اندیشہ ہو۔ نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی کریں۔ ہر عمل اسلامی قانون اور نبوی اخلاق کی روشنی میں انجام دیا کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 5 جمادی الاولیٰ 1437ھ مطابق مارچ 2016ء شمارہ 1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
2	چہار ملکی کانفرنس سے وابستہ امریکی توقعات اور امارت اسلامیہ کا موقف	1
3	سعودی ایران تنازعہ؟!	2
6	2015 کی فتوحات سے 2016 کی کامیابی تک	3
8	افغان دہشت گردوں کا پروپیگنڈا	4
9	زراعت میں اہم پیداوار	5
10	سربکف کے مسئول مولوی معاذ محمد کا انٹرویو	6
13	موسم بہار کیا لا رہا ہے؟	7
16	امارت اسلامیہ کی نصیحت	8
17	اشرف غنی کی سیاسی بے عزتی	9
18	افغان حکومت دنیا کی دوسری بڑی بدعنوان حکومت	10
20	امریکہ بے وقوفی کی دلدل پر	11
21	امریکہ کے مقامی غنڈوں کی ہلاکتیں	12
22	امریکی جرائم اور رواں جہاد	13
24	امریکہ، افغانستان میں ایڈز کا ذمہ دار	14
25	کیمپل کے سوالات اور طالبان کا جواب	15
26	جنگی حکمت عملی کی تجدید کی ضرورت	16
27	چالیس مغربی قومیں اور اسلامی ممالک کا نصاب سیکولر بنانا	17
30	متمدن دنیا وحشیوں کے قبضے میں	18
32	مجاہدین کے تربیتی پروگراموں کی دوڑ	19
33	ملا محمد حسن رحمانی صاحب مرحوم کے حالات زندگی پر نظر	20
35	طلوع نیوز پر حملہ، ناقدین کہاں گئے؟	21
37	شرک جیسا کوئی گناہ نہیں	22
39	افغانستان جنوری 2016 میں	23
43	جنگی جرائم (جنوری 2016)	24
44	ربیع الثانی کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	25

مدیر اعلیٰ
ولید افغان

نائب مدیر
شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشقین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ
مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.........30 ڈالر

بنگلہ دیش.........28 ڈالر

www.shahamat-urdu.com

www.twitter.com/shariatmagazine

shariatmagazine@yahoo.com

www.facebook.com/shariatmagazine

مدیر اعلیٰ

چہار ملکی کانفرنس سے وابستہ امریکی توقعات اور امارت اسلامیہ کا موقف

اداریہ

دنیاوی مال ومتاع میں انسان کو سب سے زیادہ عزیز اور پیاری چیز جان ہے یہی وجہ ہے کہ ہر شخص جان بچانے کے لئے دنیا کی ہر چیز داؤ پر لگا دیتا ہے اسی لئے تو کہتے ہیں کہ "جان ہے تو جہان ہے"۔ اگر کسی کو ساری دنیا کی دولت دی جائے اور اس کی جان لی جائے تو یہ ساری دولت اس کے کس کام کی؟ یہی سبب ہے کہ کوئی بھی ذی عقل کبھی بھی مادیات کے لئے جان کی بازی نہیں لگائے گا۔ بس اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے پوری دنیا کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جب امیر المومنین مدظلہ سے لے کر امارت اسلامیہ کے عام مجاہد تک اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجاآوری اور نفاذ کے لئے اپنی قیمتی اور محبوب جانوں کی قربانی دے رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ دین انہیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز اور پیارا ہے۔ اس کے احکامات وہدایات سے انحراف یا کسی کے ساتھ اس پر سودابازی کرنا امارت اسلامیہ کے لئے ناممکن ہے۔ اب جبکہ امارت اسلامیہ صلیبی غاصب قوتوں سے اپنے ملک کی آزادی اور یہاں عدل وانصاف سے بھرپور وہ نظام نافذ کرنا اپنی شرعی ذمہ داری اور اصل ہدف سمجھتی ہے جس کے لئے گزشتہ چالیس برس سے لاکھوں افغانوں کا خون بہا ہے، تو اس ہدف کے حصول کے لئے امارت اسلامیہ ہر وہ راستہ اختیار کرے گی جو شریعت کے موافق اور ہدف تک رسائی کے لئے موزوں اور مفید ہو۔

اپنے عالی اہداف کے حصول کے لئے غاصب قوتوں کے خلاف جنگ جاری رکھنا اگرچہ تکالیف ومشکلات سے بھرپور راستہ تھا اور ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور پھر دشمن بھی سوائے اس زبان کی کوئی اور زبان سمجھتا ہی نہ تھا تو امارت اسلامیہ نے بڑی دلیری اور کامیابی کے ساتھ آج تک دشمن کا پیچھا کیا ہے اور کبھی بھی کہیں بھی دشمن سے فرار کی راہ اختیار نہیں کی بلکہ ہر محاذ پر دشمن کو فرار پر مجبور کیا ہے۔ جس کے مثبت اثرات آج پوری دنیا دیکھ رہی ہے۔ [والحمد للہ علی ذالک]

ہم جہاد کے راستے سے اپنے اہداف تک پہنچنے کے لیے کوششوں کو اجر وثواب سے بھرپور سمجھتے ہیں لیکن اگر انہی اہداف تک رسائی مذاکرات اور صلح کے راستے ہو سکتی ہو تو اسے ہم اپنے لیے غنیمت سمجھتے ہیں بشرطیکہ مذاکرات ہمارے لیے سودمند اور نتائج ہوں۔ بصورت دیگر ہم مذاکرات کر کے نہ اپنا وقت ضائع کریں گے اور نہ ہی دشمن کو اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہونے کا موقع فراہم کریں گے۔ اب جب کہ چہار ملکی کانفرنسز میں طالبان نے شرکت نہ کرنے کا جو اعلان کیا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ان مذاکرات کو غیر سودمند سمجھتے ہیں اور یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ دشمن مذاکرات کے ذریعے مسئلہ کا حل نہیں چاہتا۔ مذاکرات کا ڈھول صرف ہمیں بہلانے اور بدنام کرنے کے لئے پیٹا جا رہا ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اس لئے کہ امریکہ اب بھی افغانستان میں اپنے فوجی بھیج رہا ہے، ڈرون حملے اب بھی جاری ہیں، اندھیری راتوں میں غیور افغانوں کے گھروں پر چھاپے اب بھی پڑتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ کابل ادارے نے لڑائی کی آگ ملک کے شمالی اور جنوبی حصوں تک پھیلا دی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں لوگ اپنے گھربار چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ جبکہ حالیہ چہار ملکی کانفرنسز اور مذاکرات کے بارے میں عالمی میڈیا پر زور وشور سے پروپیگنڈہ بھی جاری ہے کہ طالبان نمائندے امیر المومنین کی اجازت سے کانفرنس میں شرکت کریں گے۔ یہ دونوں متضاد حرکتیں ہیں اور اس حال میں ہیں کہ امارت اسلامیہ کے قطر کے سیاسی دفتر سے اس بارے میں کوئی رابطہ نہیں کیا گیا۔

امارت اسلامیہ کی قیادت نے کسی کو بھی ان کانفرنسز میں شرکت کے لیے نمائندہ نہیں بنایا اور نہ ہی امارت اسلامیہ کی قیادت نے ان کانفرنسز میں شرکت کا فیصلہ کیا ہے۔

جب تک یہ قابض قوتیں افغانستان سے قبضہ ختم کرنے کے لئے یقینی اقدامات نہیں کرتے، جیلوں سے ہمارے ہزاروں قیدیوں کو رہا نہیں کرتے اور مجاہدین کے نام بلیک لسٹ سے خارج نہیں کرتے، تب تک مذاکرات کی باتیں فضول اور لایعنی ہیں اور امارت اسلامیہ فضول اور لایعنی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتی۔

افغانستان کے مسائل کے حل کے لیے جو بھی کوششیں کرتا ہے امارت اسلامیہ ان کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے لیکن ساتھ ہی ان سے یہ گزارش بھی کرتی ہے کہ وہ امریکہ کے اصل چہرہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان کی باتوں میں نہ آئیں۔ اس لئے کہ امریکہ کے دماغ میں اب بھی غرور سمایا ہوا ہے، وہ مذاکرات کے ذریعے مسئلہ افغانستان کے حل کے لیے ایک فیصد بھی آمادہ نہیں۔ وہ آج بھی یہ جنگ جیتنے کے خواب دیکھ رہا ہے، بظاہر مذاکرات کی باتیں کرتا ہے لیکن انداز اب بھی بدمعاشی اور حاکمانہ ہے۔ وہ امارت اسلامیہ کو اب بھی اس نظر سے نہیں دیکھتا جس نظر سے ایک مقابل اور فریق مخالف کو دیکھا جاتا ہے۔ ہم نے امریکہ کا دوغلا اور مکارانہ چہرہ دیکھ اور پہچان لیا ہے، ان کے مذموم مقاصد وعزائم سے باخبر ہیں، ان کی پرفریب حرکات سے واقف ہو چکے ہیں اور جان چکے ہیں کہ امریکہ اپنی بات پر قائم رہنے والا بالکل نہیں۔ امریکہ صرف اور صرف طاقت کی زبان سمجھتا ہے اور الحمدللہ! ہم نے اسی زبان میں بات کرتے ہوئے امریکا کو شکست کے دہانے پر پہنچا دیا ہے لیکن وہ اپنی عادت سے مجبور اب بھی ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور کوشش کر رہا ہے کہ خود فاتح کی حیثیت سے پیش کرے اور دیگر ممالک کی ثالثی سے اپنی شکست پر پردہ ڈال دے۔ جو نہ صرف افغانستان بلکہ پورے خطے کے امن وامان کے لیے انتہائی خطرے اور نقصان کی بات ہے۔

ہمارے پڑوسی اور خطے کے دیگر ممالک کے لیے یہ ایک بہترین موقع ہے کہ وہ امریکا کی تعاون سے ہاتھ اٹھالیں اور اسے ہمارے رحم وکرم پر چھوڑ دیں تاکہ وہ ایک ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو سکے اور پوری دنیا خصوصاً ہمارا خطہ ان کے شر ور اور مکاریوں سے مامون ومحفوظ رہ سکے اور مسلمانوں کو امن وامان کی صاف وشفاف فضا میں سانس لینے کی آزادی ملے۔

سعودی ایران تنازع!؟

شہید زوی

سعودی عرب میں شیعہ عالم شیخ نمر النمر کو سزائے موت اور پھر تہران و مشہد میں سعودی سفارت خانے اور قونصلیٹ پر ایرانی مظاہرین کے حملے کے بعد سعودی عرب اور ایران کے درمیان سفارتی تعلقات ختم ہوگئے اور 1987 کی وہ فضا بن گئی، جب سعودی حکومت نے 275 ایرانیوں سمیت 402 شیعہ مظاہرین کو سعودی حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرنے اور حرم شریف میں مظاہرہ اور اُس پر قبضہ کرنے کے جرم میں ہلاک کر دیا تھا۔ ایرانیوں نے سعودی عرب کے اس اقدام پر شدید ردعمل ظاہر کیا تھا۔ تہران میں سعودی سفارت خانے پر حملے کے ساتھ سفارت کار کو بھی ہلاک کر دیا تھا، جس پر سعودی عرب نے اپنی سرزمین سے ایرانی سفیر کو نکال باہر کر دیا اور اس طرح دونوں ممالک کے درمیان 4 سال کے لیے سفارتی روابط ختم ہوگئے۔

باوجود اس کے کہ ایران اور سعودی عرب کے درمیان روابط کبھی بھی مثالی نہیں رہے، مگر سعودی عرب میں النمر کی سزائے موت کے بعد سعودیہ اور ایران کے درمیان روابط اتنے خراب ہوگئے ہیں کہ شاید تاریخ میں کبھی اتنے خراب نہیں ہوئے۔ ایک دوسرے کی مذمت اور زبانی کلامی جنگ کے بعد معاملہ ایک دوسرے کے خلاف عملی اقدامات تک پہنچ گیا ہے۔ نہ صرف ان دونوں ملکوں کے مابین سفارتی تعلقات ختم ہوئے، بلکہ سعودیہ کے حلیف ممالک قطر، کویت، بحرین، سوڈان اور جبوتی نے بھی ایران کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات ختم کرنے کے ساتھ تہران میں سعودی سفارت خانے کو جلانے کے واقعے کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ اقوام متحدہ میں سعودی عرب کے خصوصی نمائندے 'عبداللہ المعلمی' نے کہا ہے: 'ایران سے ہماری کوئی ازلی دشمنی نہیں ہے۔ دوسروں، خصوصاً عربوں کے 'داخلی معاملات میں مداخلت' ہمارے اور ان کے درمیان روابط کی خرابی کا باعث بنتی ہے۔ اگر ایران اپنی پالیسی میں تبدیلی لائے تو بہت آسانی سے ہمارے روابط اچھے رہ سکتے ہیں۔ ترکی نے سعودیہ اور ایران کے درمیان ثالثی کی پیش کش کی، مگر اسے تب شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، جب ایران کے کچھ حکومتی اور غیر حکومتی رہنماؤں نے شیخ نمر کی موت سے ترک صدر طیب اردگان کے تعلق کی باتیں کیں۔ ترکی حکومت نے ایران کے ان بیانات کے مقابلے میں شدید ردعمل کا اظہار کیا اور ایرانی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس طرح کے غیر ذمہ دارانہ بیانات کی روک تھام کے لیے سنجیدہ اقدامات کرے۔

دوسری طرف ایران کی کوشش ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کی خرابی کی ذمہ داری سعودی عرب پر ڈال دی جائے۔ وزارت خارجہ کے ترجمان حسین جابر انصاری نے کہا کہ سعودی حکومت چاہتی ہے 'تہران میں سفارت خانے پر حملے کا بہانہ بنا کر ایران سے تعلقات کی خرابی کی راہ ہموار کرے۔' انصاری نے یہ بھی کہا کہ چند دن قبل سعودی جنگی طیاروں نے ایرانی سفارت خانے پر بمباری کی ہے، جس میں سفارت خانے کے کئی ارکان زخمی ہوگئے ہیں۔ مگر سعودی عرب نے اس الزام کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ وہ اس الزام کے حوالے سے تحقیقات کریں گے۔ دوسری طرف ایران کے دوست ممالک نے بھی اپنی حمایت ایران کے پلڑے میں ڈال دی ہے۔ عراق کی کئی سیاسی شخصیات اور تقریباً تمام شیعہ رہنماؤں نے سعودی حکومت کی جانب سے شیخ النمر کی سزائے کی شدید مذمت کی ہے۔ لبنان میں حزب اللہ کے سربراہ حسن نصراللہ نے بھی اس حوالے سے اپنے غم وغصے کا اظہار کیا ہے۔ اس اقدام کو پوری دنیا میں شیعہ سنی کی جنگ کے تناظر میں دیکھا جارہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ 'شیخ النمر کی موت یوم الحساب تک آل سعود کی بربادی کا باعث ہوگی۔'

یہ سب کچھ ان حالات میں ہوا ہے کہ یمن اور شام میں پہلے سے ہی دونوں ممالک ایک دوسرے کے خلاف حملے کر رہے ہیں اور دونوں کے درمیان پراکسی جنگ جاری ہے۔ اس وقت عالمی میڈیا سعودی عرب میں النمر کی سزائے موت اور ایران میں سعودی سفارت خانے پر حملے کے واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے، تاکہ دونوں ممالک کے درمیان جنگ کو یقینی بنایا جاسکے۔ موجودہ حالات 80 کی دہائی کے حالات کی طرح سمجھے جا رہے ہیں۔ اس وقت صدام حکومت نے ایک شیعہ عالم محمد باقر الصدر کو سزائے موت سنائی تھی، جس کی وجہ سے 80ء سے 88ء تک عراق اور ایران کے درمیان جنگ جاری رہی اور دونوں ممالک کو شدید نقصانات اٹھانا پڑے۔ یہ جنگ برپا کرنے میں بھی عالمی میڈیا نے بڑا کردار ادا کیا تھا۔ اب بھی جب کہ ایک سنی ملک میں سنی حکومت کی جانب سے شیعہ عالم کو سزائے موت دی گئی ہے تو عالمی میڈیا دونوں واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے اور اس کے نتیجے میں جنگ برپا کرنے کی بے انتہا کوشش کر رہا ہے۔ وہ تمام باتیں

پھیلائی جا رہی ہیں، جس سے دشمنی اور تعصبات کو ہوا ملتی ہے۔ اس کی زندہ مثال یہ ہے کہ سعودی سفارت خانے پر حملے کی ایرانی صدر حسن روحانی نے شدید الفاظ میں مذمت کی، مگر عالمی میڈیا نے ان کے بیان کے وہ تمام الفاظ چھوڑ دیے اور صرف وہ باتیں اٹھائیں، جن سے نفرت اور تعصب میں مزید اضافہ ہو سکتا تھا۔ تقریباً ایک ماہ قبل داعش کے خلاف سعودی حکومت نے 34 ممالک کے اتحاد کا اعلان کیا تو عالمی میڈیا نے اسے 'سنی اتحاد' کا نام دیا تھا۔ حالانکہ 23 سنی ممالک اس اتحاد میں بالکل شامل ہی نہ تھے۔ مذہبی، فرقہ وارانہ، لسانی اور قومی تعصبات کو ہوا دینا اور اس کے ذریعے جنگی جنون برپا کرنا برطانوی استعمار کا وہ حربہ ہے، جو وہ اُن علاقوں میں استعمال کرتا تھا جسے وہ اپنے زیر نگین کرنا چاہتا تھا۔

آج مشرق وسطی میں تمام اسلام دشمن قوتیں برطانیہ کے اسی پرانے حربے سے کام لے رہی ہیں۔ اسرائیل کی پشت پناہی کر رہی ہیں اور بڑے عرصے سے اس کوشش میں ہیں کہ مشرق وسطی میں شیعہ سنی فرقہ وارانہ جنگ برپا ہو جائے۔ مشرق وسطی میں آزاد کردستان کے نام سے ایک کٹھ پتلی حکومت کا قیام اسرائیل کی بڑی خواہش ہے، تاکہ اس میں فوجی اڈہ قائم کر کے اپنے توسیعی عزائم کی راہ ہموار کر سکے۔ امن و استحکام کی صورت میں مشرق وسطی میں اپنے عزائم کی تکمیل کبھی بھی ممکن نہ تھی، لیکن جب عراق اور شام میں بدامنی اور ہنگامے شروع ہیں تو اب یہ سب اہداف پورے ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ امریکا نے سعودیہ اور ایران دونوں سے مسائل ختم کرنے اور تنازعات کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے، مگر امریکی نفاق سب جانتے ہیں کہ امریکا کے قول و فعل میں ہمیشہ تضاد رہا ہے۔

جب 80 کی دہائی میں ایران اور عراق کے درمیان جنگ شروع تھی تو اس میں سعودی عرب نے عراق کی مدد کی تھی اور اپنے اتحادیوں بحرین، کویت، قطر اور متحدہ عرب امارات کو بھی عراق سے تعاون پر راضی کیا تھا۔ ریاض کے شاہی خاندان کو خطرہ تھا کہ 1979ء میں خمینی کے ہاتھوں ایرانی انقلاب کی کامیابی کے بعد خمینی کی فکر پھیلنے سے مشرق وسطی غیر مستحکم ہو جائے گا۔ کیوں کہ خمینی نے اپنے بیانات میں اس بات کا برملا اظہار کیا تھا کہ خطے سے شاہی نظاموں کا خاتمہ ان کا اہم ترین مقصد اور ہدف ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ 'در حقیقت ایران خطے میں اپنی چوہدراہٹ قائم کرنا چاہتا ہے۔'

جب جنوری 2007 میں ایران کے ایٹمی پروگرام کا دنیا کو علم ہوا تو یہ سعودی عرب اور ایران کے درمیان تعلقات کی خرابی کا مزید بڑا سبب بن گیا۔ اگرچہ ایران بار بار یہ یقین کراتا رہا کہ اس کا یورینیم افزودگی کا پروگرام پرامن مقاصد کے لیے تھا، مگر مغربی دنیا کی طرح سعودی عرب نے بھی ایران پر بداعتمادی کا اظہار کیا اور کہا کہ ایران ایٹمی قوت بن کر خطے میں اپنی بالادستی قائم کرنا چاہتا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان موجود کشمکش سے کسی طور انکار ممکن نہیں، اس لیے ہم کہتے ہیں اسے سیاسی کشمکش کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیے۔ اسے مذہبی جنگ نہ کہا جائے۔ مغرب کو اپنے مفادات سے غرض ہے۔ جس طرح سے بھی ہو، انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر خطرناک بات یہ ہے کہ اسلامی دنیا کے اکثر میڈیا ادارے اور ان سے تعلق رکھنے والی شخصیات ذاتی مفادات یا مسلک کے اندھے بہرے تعصب میں مبتلا ہو کر انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ اپناتے ہیں اور اس مسئلے کو مذہب اور مسلک کی عینک نظر سے دیکھتے ہیں۔

اہم سوال یہ ہے کہ سعودی عرب نے ان حساس حالات میں یہ اقدام کیوں کیا؟ ایسے شیعہ عالم کو سزائے موت دینے کی کیا مجبوری تھی، جس کی وجہ سے اتنے مسائل کھڑے ہو گئے؟

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں تھا اور نہ سعودی قیادت اتنی ناسمجھ ہے کہ وہ ان حالات کا قبل از وقت اندازہ نہیں لگا سکی، بلکہ سعودیہ یہ سب کچھ بہت بہتر انداز میں جانتا ہے، اسی کی امید تھی اور وہ یہی چاہتا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ سعودیہ خطے میں امریکا کا اہم اتحادی سمجھا جاتا ہے۔ سعودیہ چاہتا تھا 'شام میں بشارالاسد اور یمن میں حوثیوں کی حمایت پر امریکا ایران کو سزا دے یا کم از کم ایران پر اتنا دباؤ ڈالے کہ وہ بشارالاسد اور حوثیوں کی حمایت سے دستبردار ہو جائے۔' مگر سعودی عرب کے ایک بھی مطالبے پر نہ صرف یہ کہ امریکا اور مغربی دنیا نے توجہ نہیں دی، بلکہ اس کے برعکس ایران اور مغرب کے روابط دن بدن مضبوط ہوتے گئے۔ اس پر سعودیہ امریکا اور دیگر مغربی ممالک سے شدید مایوس ہو گیا اور اپنی ساری توجہ عرب دنیا پر مرکوز کر دی۔ اب ان کی زیادہ توجہ اس پر ہے کہ عرب دنیا کو اپنے گرد جمع کرے اور انہیں متحد کرے۔ النمر کو سزائے موت دینے کا مقصد بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سعودی عرب اس تنازع کے ذریعے عرب ممالک کی زیادہ سے زیادہ توجہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ کوششیں اور پالیسیاں مختصر عرصے کے لیے تو کامیاب جا رہی ہیں، مگر طویل عرصے کے لیے اس لیے نقصان دہ لگ رہی ہیں کہ اس سے مغرب کا وہ پلان مضبوط ہو جائے گا، جس کے مطابق مغرب شیعہ سنی کے نام سے عرب ممالک کو تقسیم کر کے خونی جنگیں بڑھکانا کرنا چاہتا ہے۔

ہمارا خیال ہے سعودی عرب کے موجودہ حالات کو دیکھا جائے تو اس سوال کا اصل جواب یہ ہے کہ سعودی عرب نے یہ اقدام انتہائی مجبوری میں کیا ہو گا۔ شیخ نمر 2002 سے سعودی حکومت کی اجازت سے قطیف میں حضرت حسین نامی ایک شیعہ عبادت خانے میں خطابت کی ذمہ داریاں نبھا رہا تھا۔ چوں کہ اس نے ایرانی مدارس میں 10 سال گزارے تھے، اس لیے اس کی فکر میں تشدد زیادہ تھا اور ایرانی حکومت کے موقف اور خطے کے حوالے سے ایرانی سیاست کا شدید حامی تھا۔ اس لیے بہت کم عرصے بعد ان کی خطابت میں فرقہ وارانہ اور مسلکی تعصبات کا رنگ جھلکنے لگا، جس کی وجہ سے سعودیہ اور خطے کے دیگر ممالک کے شیعوں میں مشہور اور بڑی حد تک شیعہ نوجوانوں میں مقبول ہونے لگا۔ اسی مقبولیت اور شہرت نے اسے مزید حوصلہ دیا اور اس کے خیالات میں تشدد مزید بڑھنے لگا۔

حکومت نے کوشش کی کہ انہیں اس کام سے منع کیا جائے، مگر نہ صرف یہ کہ ان حکومتی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، بلکہ 2009 میں نمر نے سعودیہ میں حقوق حاصل کرنے کے لیے شیعوں کے لیے ایک الگ حکومت اور سعودیہ کی تقسیم کا مطالبہ کر دیا۔ ان کے کئی پیروکاروں نے حکومتی اور سیکورٹی تنصیبات پر حملے بھی کیے۔ یہاں تک کہ سیکورٹی تنصیبات پر ایک حملے میں النمر بھی شدید زخمی حالت میں گرفتار کر لیا گیا۔ النمر کے ان اقدامات نے سعودی عرب کے مطابق ملک کو تقسیم کے انتہائی فوری خطرے سے دوچار کر دیا تھا۔ اس لیے سعودی عرب نے انہیں گرفتار کرنے اور سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا۔ شیخ النمر نے کبھی بھی اپنے اوپر لگائے جانے والے الزامات کی تردید نہیں کی، مگر وہ یہ کہتے تھے کہ اسلحہ اٹھانے کی نسبت عوام کی حمایت حاصل کرنا زیادہ مفید سمجھتے ہیں۔ الفاظ کا ہتھیار گولیوں سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔

غور کیا جائے تو واضح ہے کہ یہ محض داخلی سیاسی عوامل تھے، جن کی وجہ سے النمر کو سزائے موت دی گئی۔ کیوں کہ دنیا میں کوئی بھی حکومت کسی کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ ملک کی تقسیم کے لیے کوئی اقدام کرے۔ اور ایسے شخص کو غدار اور خائن سمجھا جاتا ہے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ سعودی حکومت اپنے ایک شہری کو غداری جیسے بڑے جرم میں سزائے موت دیتی ہے اور ایران اس کی مذمت کرتا ہے۔

جب ایران مختلف بہانوں سے بڑے سنی علماء کو قتل کرتا ہے تو کیا وہ کسی سنی ملک کو اجازت دے گا کہ وہ ان کے اس اقدام کی مذمت کرے۔ اگر ایران کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا اور اسے اپنے داخلی معاملات میں مداخلت سمجھتا ہے تو اُسے سمجھنا چاہیے کہ وہ بھی دوسروں کی خود مختاری اور استحکام کا احترام کرے اور اُن کے داخلی معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ کچھ لوگوں کے مطابق جنگ کے امکانات بڑھ رہے ہیں، مگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں واقعات اتنے بڑے نہیں ہیں، جس سے جنگ ہو۔ اور نہ دونوں ممالک کو جنگ میں اپنے لیے کوئی مفاد نظر آتا ہے۔ دونوں ممالک اپنی مشکلات کو بخوبی جانتے ہیں۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ سعودی عرب کی معیشت بہت اچھی ہے اور اس کا دفاعی بجٹ بھی بہت بڑا ہے، مگر صرف اقتصادی قوت سے جنگیں نہیں جیتی جا سکتیں۔ اور نہ اچھی معیشتیں جنگوں کی تاب لا سکتی ہیں۔ امریکا اس کی زندہ مثال ہے۔ دوسرا یہ کہ سعودی فوج کو عملی جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے اور نہ وہ زمینی جنگ کی سختیاں برداشت کر سکتی ہے۔ خصوصاً ایسے حالات میں، جب کہ یمن کے حوثی باغیوں کے خلاف سعودی بمباری اور حوثیوں کی جانب سے سعودیہ کے سرحدی علاقوں پر حملے جاری ہیں۔

سعودیہ کا ایک اہم اتحادی پاکستان بھی اس مسئلے میں ایران کے مقابلے میں سعودی عرب کا کھلم کھلا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ایران پاکستان کا پڑوسی ہے اور دونوں ممالک کے درمیان طویل مشترکہ سرحد ہے، اس لیے پاکستان نے ثالثی کا راستہ اختیار کیا ہے۔ مختلف حوالوں سے کہا جاتا ہے کہ یہ راستہ بجائے خود اچھا ہے، مگر سعودی عرب کے لیے یہ مایوس کن اور بُرے وقت میں کام نہ آنے کی منافقانہ حکمت عملی ہے۔ یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ ایران کے حوالے سے سعودی عرب امریکا کے موقف سے ناراض ہے۔ سعودی حکومت کے ایک بڑے عہدے دار نے اس ناراضی کا اظہار بڑے واضح الفاظ میں کیا ہے کہ ’ایران سب کچھ کرتا ہے، امریکا اس کے جواب میں کچھ نہیں کہتا۔ ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں کہ امریکا کسی بات سے ناراض ہوتا ہے یا خوش؟ یہ بات ٹھیک ہے کہ ہم وہائٹ ہاؤس کے موقف کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، مگر اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے تہران کے خلاف ہر طرح کی مزاحمت کے لیے تیار ہیں۔‘ ایسے حالات میں بہت مشکل ہے کہ سعودیہ ایران سے جنگ کے لیے آمادہ ہو جائے۔

ایران کے لیے یہ جنگ اپنے ساتھ بہت سے نقصان لا سکتی ہے۔ اس لیے لگتا ہے کہ وہ کسی صورت اس پر آمادہ نہ ہوگا۔ تعداد کے لحاظ سے ایرانی فوج سعودی فوج سے زیادہ ہے اور جنگ کا عملی تجربہ بھی رکھتی ہے، مگر سعودی فوج کا بجٹ ایرانی فوج کے بجٹ سے 8 گنا زیادہ ہے۔ سعودی عرب امریکا اور دیگر مغربی ممالک سے بڑے پیمانے پر جدید ترین اسلحہ اور جنگی طیارے خریدتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے ایسی جنگ میں بہت سے سنی جنگجو گروپ غیر اعلانیہ طور پر شیعوں سے اُن کے مظالم کا بدلہ لینے کا اچھا موقع دیکھ کر لڑائی میں کود پڑیں، یوں متوقع طور پر سعودیہ کا پلڑا بھاری ہو سکتا ہے۔

ایران جانتا ہے جنگ میں معیشت کے ساتھ ساتھ جانی نقصان بھی بہت ہوتا ہے۔ ایران پر پہلے ہی سے مسلکی تعصب کی بنیاد پر خطے میں تنہائی کا شکار ہے۔ اگر ایک عالم کی خاطر وہ سعودی عرب ایسے ملک سے لڑتا ہے، جس میں مسلمانوں کے سب سے مقدس مقامات ہیں تو اس کی بدنامی میں اور بھی اضافہ ہوگا۔ اس کے اسلامی دنیا سے فاصلے بڑھ جائیں گے۔

80 کی دہائی میں عراق سے جنگ کا تلخ تجربہ بھی ایران کے سامنے ہے۔ وہ جنگ ایران کے لیے انتہائی بے فائدہ اور نقصانات سے بھرپور تھی۔ جس میں ہلاک ہونے والے ایرانی فوجیوں اور عوام کی تعداد ایک ملین سے زیادہ تھی، مگر ایران، عراق کی زمین سے ایک پھوٹی کوڑی بھی اپنے مقدر میں نہیں لکھوا سکا تھا۔ بہتر یہی ہے کہ سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی کے معاملے میں مداخلت سے بچا جائے، تاکہ مزید نقصانات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

✲ ✲ ✲

2015 کی فتوحات سے

2016 کی کامیابی تک

سیف العادل احرار

افغان میڈیا رپورٹس کے مطابق 2015 افغان فورسز پر بھاری رہا ہے۔ اس سال طالبان کے حملوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ واشنگٹن پوسٹ نے امریکی اور افغان ذرائع کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع کی ہے، جس میں لکھا ہے کہ 2015 میں افغان فورسز کی ہلاکتیں 26 فیصد بڑھ گئی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 2015 میں طالبان نے افغانستان کے مختلف صوبوں میں 30 فیصد علاقے پر کنٹرول حاصل کیا ہے۔ جنوری 2015 سے نومبر تک گیارہ مہینوں کے دوران افغان فورسز کے سات ہزار فوجی ہلاک اور بارہ ہزار زخمی ہوئے۔

افغانستان کے شمال میں صوبہ قندوز، بدخشان، فاریاب اور سرپل، جنوب میں صوبہ ہلمند، قندہار، زابل اور روزگان، مشرق میں صوبہ کنڑ، ننگرہار اور نورستان، جب کہ مغرب میں صوبہ فراہ، ہرات اور بادغیس وہ صوبے ہیں، جن کے متعدد اضلاع اور علاقوں پر امارت نے قبضہ کر لیا ہے۔ 2015 میں حکومت نے طالبان کے چند اہم کارناموں کی لسٹ جاری کر دی ہے، جس میں سرفہرست 28 ستمبر کو صوبہ قندوز پر امارت کا قبضہ نمایاں ہے۔ امارت نے گوریلا جنگ کے بجائے اقدامی جنگ کا آغاز کیا ہے۔ سرکاری فورسز کو پیچھے دھکیل دیا ہے۔ بہت سارے علاقوں میں فوجی اڈوں سے افغان فورسز مجاہدین کے خوف سے جنگ کے بغیر فرار ہوگئیں۔ فہرست میں صوبہ ہلمند میں امارت کی پیش رفت اور متعدد اضلاع پر اس کے قبضے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ہلمند کے چودہ اضلاع میں صرف دو اضلاع پر اشرف غنی کا مکمل کنٹرول ہے۔ باقی اضلاع پر امارت کا قبضہ ہے۔ جن میں پانچ اضلاع پر مکمل اور صوبائی دارالحکومتوں کے علاوہ باقی تمام علاقوں پر امارت کا قبضہ ہے۔ قندوز اور غزنی کی جیلوں سے مجاہد قیدیوں کی رہائی بھی اشرف غنی کے لیے بڑا دھچکہ ہے، جسے امارت کی کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ 13 ستمبر کو مجاہدین نے غزنی شہر کے وسط میں سرکاری جیل پر رات کو حملہ کر کے 355 قیدیوں کو رہائی دلائی۔ کابل میں اشرف غنی کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ پارلیمنٹ پر دوران اجلاس مجاہدین نے حملہ کیا۔ اس کے علاوہ امریکا، نیٹو کے فوجی اڈوں، خفیہ مراکز اور افغان فورسز کی اہم عمارات پر مجاہدین نے درجنوں حملے کیے، جن میں سیکڑوں ہلاکتیں ہوگئیں۔ 2015 افغان فورسز کے لیے خوں ریز سال ثابت ہوا۔ دفاعی تجزیہ نگاروں کے مطابق اشرف غنی کی کمپنی دو حصوں میں بٹ گئی ہے۔ اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کے درمیان تناؤ اور اختلافات کی وجہ سے تمام ادارے کمزور ہوگئے ہیں۔ افغان فوج میں شدید اختلافات ہیں، جس سے مجاہدین نے فائدہ اٹھاتے ہوئے قندوز، فاریاب اور بادغیس کے کئی اضلاع پر قبضہ کیا ہے۔

قندوز کے سقوط سے اشرف غنی کمپنی کو سو ملین ڈالر کا نقصان پہنچا ہے۔ اس سال ایک لاکھ تیس ہزار افغانی ملک سے باہر چلے گئے۔ آٹھ لاکھ لوگ نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔ 2015 میں امارت نے 34 اضلاع پر قبضہ کیا، جن میں صوبہ فراہ میں چار اضلاع: بالابلوک، بکوا، گلستان، خاک سفید، صوبہ غور کے چارسدہ، صوبہ بادغیس کے جوئند، صوبہ پنجشیر کے درہ عبداللہ خیل، صوبہ بدخشان کے ضلع یمگان اور بہارک، صوبہ بغلان کے تالا برفک، صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد، موسیٰ قلعہ، سنگین، خانشین، صوبہ ہرات کا ضلع

غوریان، صوبہ قندوز کا ضلع چہاردرہ، دشت ارچی، قلعہ زال اور امام صاحب، صوبہ نورستان کا ضلع وائٹ وائنگل، صوبہ سرپل کا ضلع کوہستانات، صوبہ پکتیا کا ضلع گواشتہ، صوبہ تخار کے اشکش، ینگی قلعہ، خواجہ غار اور درقد، صوبہ لوگر کا ضلع خروار، صوبہ جوزجان کا ضلع خم آب، صوبہ فاریاب کے خواجہ موسیٰ، گرزوان، قندہار کے غورک، صوبہ غزنی کے خوگیانی اور ناوہ شامل ہیں۔

امارت اسلامیہ کے مطابق مجاہدین نے 2015 میں افغان فورسز اور امریکی اہداف پر دس ہزار سے زاید حملے کیے ہیں، جو گزشتہ برسوں کی نسبت افغان فورسز پر بھاری رہے اور مجاہدین کے حملوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ رپورٹس کے مطابق امریکا نے گزشتہ سال کے دوران مجاہدین پر 974 بم گرائے اور افغان فورسز نے مجاہدین کے خلاف 5500 حملے اور سرچ آپریشنز کیے، جو مجاہدین حملوں کے نصف کے برابر ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افغان فورسز کے مقابلے میں امارت مضبوط اور اس کی صف منظم ہے۔ افغان فورسز کی فوجی قوت اور استعداد کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ صوبہ ہلمند میں امریکی فوجیوں کے تعاون کے باوجود ہزاروں افغان فوجی ضلع سنگین میں مجاہدین کی پیش قدمی کا راستہ نہ روک سکے۔ مجاہدین کی تعداد سیکڑوں میں ہے، جب کہ افغان فورسز جدید ہتھیاروں سے لیس ہونے کے باجود فوجی ٹینکوں میں بھاگ رہی ہیں۔ جب کہ مجاہدین ان کا تعاقب پیدل کر رہے ہیں۔ آئے روز ہلمند کے طول و عرض میں مجاہدین فوجی اڈوں پر قبضہ کر رہے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے افغان فورسز کی فوجی تربیت بالکل صفر ہے۔ مجاہدین ایک مقدس نظریے کے تحت افغانستان کے دفاع اور اسلام کی سربلندی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ وہ فتح اور شہادت دونوں کو اپنے لیے کامیابی اور اعزاز سمجھتے ہیں۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق گزشتہ سال کے مئی کا مہینہ زیادہ خون ریز تھا لیکن اس کے بعد ستمبر میں مجاہدین نے صوبہ قندوز پر قبضہ کیا اور پھر زابل اور غزنی کو چند روز کے لیے محاصرے میں رکھا۔ اور ہلمند کے متعدد اضلاع پر قبضہ کر کے اپنا پرچم لہرایا۔ جس سے افغانستان بھر میں افغان فورسز کے حوصلے پست ہوئے اور وہ مجاہدین کے مقابلے سے دست بردار ہو گئیں۔ اب مجاہدین جہاں بھی چاہیں، آسانی سے افغان فورسز کی چیک پوسٹوں، فوجی اڈوں اور اضلاع پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ 2015 میں مجاہدین اپنے سربراہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کی وفات کے اعلان کے باوجود اپنی قوت کو متحد رکھنے اور دشمن پر تابڑتوڑ حملے کرنے میں کامیاب رہے، جو بادی النظر میں مجاہدین کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

دفاعی ماہرین کے مطابق 2016 میں مجاہدین غیر معمولی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ افغان فورسز امارت کی پیش قدمی کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ موسم بہار کے ساتھ ہی مجاہدین حسب سابق نئے آپریشن کا اعلان کریں گے اور اپنے مخالفین پر بھرپور انداز میں مؤثر حملے کریں گے۔ جب کہ افغان فورسز بھی مجاہدین کے حملوں سے خوف زدہ ہیں۔ ان حالات میں جب فورسز کے حوصلے پست اور مجاہدین کا مورال بلند ہو، اشرف غنی شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ دوسری جانب افغان عوام کی اکثریت اشرف غنی سے مایوس اور ناراض ہے۔ اس لیے بھی افغان عوام کی تائید اور حمایت امارت کو حاصل ہے۔ عوام کی حمایت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے امارت نے اپنے مفتوحہ علاقوں میں عادلانہ نظام حکومت قائم کرکے لوگوں کے مسائل حل کررہی ہے۔ ترقیاتی کاموں کے علاوہ تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے۔ افغان شہری اپنے مسائل کے حل کے لیے امارت سے رجوع کرتے ہیں۔ تنازعات کو اشرف غنی کی عدالتوں کے بجائے امارت کی عدالتوں میں پیش کرتے ہیں۔ کیوں کہ امارت کی عدالتوں میں انصاف کا حصول یقینی ہے۔ اور مقدمے کی سماعت بھی چند دن میں ہوتی ہے۔ مستقبل ایک بار پھر امارت کا ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد پورے ملک افغانستان پر اسلامی نظام کا پرچم بلند ہوگا۔ اللہ کی مدد، عوام کی حمایت اور مجاہدین کی قربانیوں کی بدولت یہ سال خوش خبریوں، فتوحات اور اسلام کی سربلندی کا سال ثابت ہوگا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں سے درخواست ہے وہ مجاہدین کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

افغان دہشت گردوں کا پروپیگنڈا

عبداللہ

امارت اسلامی کے تمام دشمنوں کے لیے معروضی حقائق سے منسلک یہ امر قبول کرنا انتہائی ناممکن ہو رہا ہے کہ عالم اسلام کے یہ نمائندہ لوگ ایک اسلامی حکومت کے قیام کی طرف قدرے تیز قدمی کے ساتھ پیش رفت کیے جا رہے ہیں۔ برداشت اور حوصلے کے حوالے سے کافی سے زیادہ بد ہضمی کے شکار لوگ نہیں چاہتے کہ انہیں کوئی ایسا موقع دیکھنا پڑے، جس میں امارت اسلامی عبوری دور کے اختتام اور دوبارہ سے، لیکن مستحکم حکومت کا اعلان کر دے۔ اس لیے ایسی بیمار ذہنیت کے حامل افراد کی ہر لحہ سازش کی حد تک یہ کوشش رہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے امارت کے اٹھتے ہوئے وجود کو تہس نہس کر دیا جائے۔ اس بیمار ذہنیت کے پس پردہ دو قسم کے افراد بیٹھے ہوئے ہیں۔ پہلے کافر اور دوسرے منافقین...

اسلام کی ماضی بعید اور ماضی قریب کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے اہل اسلام کو کفار کے ساتھ لڑے جانے والے کسی بھی فکری و عسکری معرکے میں براہ راست شکست یا ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ البتہ جب بھی ایسا کوئی اندوہناک مرحلہ اور سانحہ پیش آیا ہے تو اس کی انجام دہی میں ہمیشہ منافقین کا پرزور کردار رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی لڑائیوں کے اصل محرک ٹولے سے لے کر میر صادق و میر جعفر سے ہوتے ہوئے آج کے معدودے چند کے سوا تمام مسلم ممالک کے حکمرانوں سمیت اشرف غنی جیسے پریشان مزاج لوگ ہی ان خونیں سانحات کے بنیادی ذمہ دار دکھائی دیتے ہیں، جو مسلمانوں پر برسنے والی کفار کی بندوق کے لیے کاندھا بنے ہوئے ہیں۔ یہ ناآسودہ حال طبقہ ہمہ وقت عجیب مسائل اور طرح طرح کے غموں میں جکڑا رہتا ہے۔ ان کی انتہائی مجبوری یہ ہے کہ یہ ہر اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں، جس سے کفر کا اعلانیہ پیتسمہ کروایا جاسکے، لیکن واضح ارتداد کی بنیاد پر اسلام کی جانب سے موت کی سزا کے ڈر نے انہیں اس اعتراف سے روک رکھا ہے۔ گھر اور نہ ہی گھاٹ کے قائل رہنے والی یہ مخلوق ہمیشہ اپنا اور اہل اسلام کا نقصان کرتی چلی آئی ہے۔ نتیجہ یہ کہ عقل سے پیدل ایسے لوگوں کو ہمیشہ گھناؤنے انجام سے واسطہ پڑا ہے۔ عجیب طرح کی ذلت اور ہولناک موت کی لرزہ خیز داستانیں انہیں کے سبب وجود میں آئی ہیں۔ ڈاکٹر نجیب اللہ، حامد کرزئی اور اشرف غنی جیسے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی گئی مہلت عوام میں مقبولیت کے انعام کے طور پر ہے۔

سوچتا ہوں اس غلط خیالی میں مبتلا لوگ خدا کی بے عیب اور بے آواز پکڑ کے سبب کیا سے کیا ہو جائیں گے...

امارت دشمن عناصر کی جانب سے اپنے دلوں میں چھپے بغض کا ابال وقتے وقتے سے سامنے آتا رہتا ہے۔ اس کی تازہ مثال 16 فروری 2016ء کو سامنے آئی ہے۔ جس میں مقامی دہشت گردوں کے سربراہ اشرف غنی کے ماتحت خفیہ ایجنسی کے نام پر فساد میں معروف "نیشنل ڈائریکٹوریٹ آف سیکورٹی" کے غنڈوں نے یہ افواہ اڑائی کہ "صوبہ غزنی کے ضلع 'ناوہ' - 'مقر' میں مجاہدین کے درمیان لڑائی چھڑ گئی ہے۔ اس کے علاوہ 17 فروری کو صوبہ پکتیکا کے ضلع 'برمل' سے مجاہدین کے ایک کمانڈر کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

جب کہ حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ خفیہ دہشت گردوں کی جانب سے یہ افواہ ایسے وقت میں اڑائی گئی ہے، جب کہ امارت اسلامیہ کی عسکری کارروائیاں عروج پر ہیں۔ ہر گزرتے دن افغانستان میں لڑنے والے مقامی و بیرونی دہشت گردوں کو مجاہدین کے ہاتھوں کسی نہ کسی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پندرہ سالہ افغان آرمی کے نام پر مقامی دہشت گردوں کے اکٹھ میں سے سیکڑوں جنگ جو ہلاک ہو چکے ہیں، جس کی وجہ سے اس گروہ کی تعداد اشرف غنی کے اقتدار کے نقطہ نظر کے مطابق خطرناک حد تک کم ہو چکی ہے۔ یہ کمی بجائے خود امریکی مفادات کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے والے دہشت گرد طبقے افغان آرمی کے لیے بھی ہزارہا اندیشوں کا سبب بن گئی ہے۔ اور اشرف غنی سمیت عبداللہ عبداللہ کو اپنے حکومتی مستقبل کے بارے میں کافی تشویش کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

دوسری طرف امارت اسلامیہ کی جانب سے اس پروپیگنڈا صفت افواہ پر شدید مذمت کی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے یہ بات کہ.... صوبہ غزنی کے اضلاع 'ناوہ' - 'مقر' اضلاع میں مجاہدین کے درمیان لڑائی چھڑ گئی ہے اور 17 فروری کو صوبہ پکتیکا کے ضلع 'برمل' سے مجاہدین کے ایک کمانڈر کو گرفتار کر لیا گیا ہے... اس میں خبر اور حقیقت کے سوا سب کچھ موجود ہے۔

البتہ ہمیشہ سے دشمن کی کوشش رہی ہے من گھڑت اور بے بنیاد افواہیں پھیلا کر افغانستان کے طول و عرض میں مجاہدین کے تابڑ توڑ حملوں سے حواس باختہ ہونے والے وردی پوش دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ساتھ ہی مجاہدین اور ملت کو تشویش میں مبتلا کیا جاسکے۔ امارت اسلامیہ عوام کو تسلی اور اطمینان دلاتی ہے کہ ایسی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ ایک افواہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ عوام کو سمجھنا چاہیے کہ دہشت گردوں کی جانب سے جہادی منظر نامے کو دھندلانے کے لیے پھیلائے جانے والے پروپیگنڈوں سے ہوشیار رہنا از حد ضروری ہے۔

فرار میں نام پیدا کر

نسیم خان محمدی

کٹھ پتلی اشرف غنی کے ماتحت دہشت گردی کی کارروائیوں میں نام پیدا کرنے والے غنڈہ گرد جماعت (افغان آرمی) صوبہ پکتیا کے ضلع ژرمت میں اپنا اڈا چھوڑ کر فرار ہو گئی تھی۔

امارت اسلامیہ کے میڈیا کی جانب سے کہا گیا تھا کہ دہشت گردوں کو 27 فروری کو جمعہ اور ہفتے کی درمیانی شب رات گئے یہ خوف لاحق ہوا کہ امارت کے مجاہدین اس علاقے کی طرف آ رہے ہیں، جس پر غنڈوں نے اپنی عسکری مضبوطی اور جنگی جذبے کی طاقت کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ اس نازک وقت میں مجاہدین سے 'جان بچانے کی فتح' حاصل کرنے کی خاطر اس سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں ہو سکتا کہ "پوری طاقت کے ساتھ دُم دبا کر بھاگ لیا جائے..."

چناں چہ خود کو "افغانستان کا مان" کہنے والے 'فوجیوں' کی جانب سے جمہوری طرز پر کیے گئے اِس اکثریتی فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے آؤ دیکھا گیا نہ تاؤ، بھاگنا شروع کیا اور سیدھا امریکی فوجی اڈے میں جا کر جان کی امان پائی۔ واضح رہے کہ کٹھ پتلی اشرف غنی کے اقتدار کی حفاظت میں مصروف اِن فوجیوں کے فرار پر کافی مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ انہیں تضحیک کا نشانہ بناتے ہوئے 'نامرد' اور 'زنخا' تک کے طعنے دیے گئے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف امریکا سمیت اس کے اتحادیوں کا اس بات پر یقین ہے کہ غیر ملکی فوجوں کے افغانستان سے انخلا کے بعد "کٹھ پتلی اشرف غنی اینڈ کو" کے پاس اتنی طاقت، وسائل اور جذبہ موجود ہے کہ وقت آنے پر امارت کے دباؤ کو کچل سکے گی۔

سنجیدہ حلقوں کی جانب سے اس امریکی دعوے کو شعوری طور پر خود کا مذاق اڑانے کی 'مثالی کوشش' سمجھا جا رہا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اشرف غنی کے اہل کاروں نے دستیاب 'قوتِ پاؤں' کا جارحانہ استعمال کرتے ہوئے بھاگتے وقت اس امر کا بھی خیال نہیں رکھا کہ امریکا کا دیا گیا اسلحہ اڈے میں ہی چھوڑے جا رہے ہیں... اس پر امریکا کافی چیں بچیں ہوا ہے اور وہ سمجھ رہا ہے کہ جس فوج کو سالوں تک پالا تھا، اس نے ہی میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کی جسارت کی ہے اور میری جنگی کشتی ژرمت کے اس علاقے میں ڈوبی ہے، جہاں پانی (مجاہد) ہے ہی نہیں تھا...

البتہ امارت کی جانب سے اِسے ایک قدرتی موقع سمجھا گیا اور اگلے دن ہفتے کو صبح اس اڈے میں جا کر چوکی سمیت وہاں موجود تمام جنگی ساز و سامان کو "مالِ فئی" (مالِ غنیمت کی وہ قسم، جو جنگ کے بغیر ہاتھ لگے) پر قبضہ کر لیا۔

گزشتہ کچھ عرصے سے پکتیا کا یہ علاقہ خاص طور پر امارت کی توجہ میں آیا ہے اور یہاں تابڑ توڑ حملے ہو رہے ہیں، جس میں اب تک افغان فوج سمیت کئی امریکی فوجیوں کو بھی زخموں اور ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ 21 فروری کو ژرمت میں ہی 'سہاک' کے علاقے میں امریکی فوجوں اور افغان اسپیشل فورس پر شدید حملے کیے گئے، جس کے نتیجے میں اسپیشل فورس کے دو اہل کار ہلاک جب کہ ایک امریکی کمانڈو زخمی ہو گیا۔ اسی طرح ایک دوسری رپورٹ کے مطابق ژرمت سے ملحق علاقوں میں کٹھ پتلی اشرف غنی کے دہشت گردوں نے ایک سرچ آپریشن شروع کیا، جسے مجاہدین کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، نتیجۃً اس جھڑپ میں پانچ حفاظتی غنڈے ہلاک اور چار زخمی ہو گئے۔ امارت کی جانب سے کہا گیا تھا کہ دہشت گردی کا مذکورہ اڈا تقریباً پچھلے ایک سال سے مجاہدین کے حملوں کی زد میں تھا، جس پر دشمن کی جانب سے بھی کافی مزاحمت کا سلسلہ جاری تھا، لیکن اب کے دشمن بغیر کسی حملے کے اس اڈے سے بھاگ کر امریکا کی گود میں جا سمایا ہے... امارت اسلامیہ کی جانب سے مقامی و بیرونی دہشت گردوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے نتیجے میں کیے جانے والے خطرناک حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے افغان دہشت گرد آرمی حواس سے بے گانہ ہو چکی ہے۔ اب اُسے جوابی مزاحمت تک کا بھی خیال نہیں رہا۔ اور جان کے لالے پڑنے کی وجہ سے اُس کے پاس فرار کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں بچا ہے۔ جنگی میدانوں کے بارے میں وسیع معلومات رکھنے والے ماہرین کی جانب سے افغان فوج کی اس دل چسپ حرکت پر جان دار تبصرہ کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ ہماری معلومات کے مطابق اب تک کوئی بھی عسکری گروپ جنگ کے میدان سے فرار میں نام پیدا کرنے کے حوالے سے افغان فوج کو مات دینے میں کامیاب نہیں ہو سکا...

قومی ملیشیا کے اہل کاروں کو مجاہدین سب سے پہلے دعوت دیتے ہیں

سرپل کے مسئول مولوی عطاء محمد کا انٹرویو

صوبہ سرپل افغانستان کے شمال میں واقع ہے، جس کے مشرق میں بلخ اور سمنگان، شمال میں جوزجان، مغرب میں فاریاب، جنوب میں بامیان اور صوبہ غور واقع ہیں۔ صوبہ سرپل کی آبادی ایک اندازے کے مطابق پانچ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۵۹۹۹ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ صوبہ دس اضلاع پر مشتمل ہے اور اس کا مرکز "سرپل شہر" ہے۔ اس سے قبل سرپل صوبہ جوزجان کا ایک علاقہ تھا، لیکن ۱۹۸۸ میں اسے باقاعدہ ایک انفرادی صوبے کا درجہ دیا گیا۔ یہاں کی آبادی زیادہ تر ازبک، تاجک، پشتون، ہزارہ، عرب، گجر اور ترکمن افغانوں پر مشتمل ہے۔ ہم نے ماہنامہ شریعت کے زیر نظر ایڈیشن میں مذکورہ صوبے کے جہادی مسئول مولوی عطاء محمد عمری سے اس صوبے کے جہادی حالات کے بارے مفصل گفتگو کی ہے، جو نذر قارئین ہے۔

سوال: سب سے پہلے یہ بتائیے کہ رواں سال سرپل میں عزم آپریشن کا سلسلہ کیسا رہا؟

جواب: الحمدللہ! صوبہ سرپل میں دوسرے شمالی صوبوں کی طرح عزم آپریشن کا سلسلہ کامیابی سے جاری رہا اور مجاہدین نے اللہ کے کرم سے بڑی بڑی فتوحات حاصل کرلی ہیں۔ اگر مختصر طور پر کہا جائے تو صوبہ سرپل کے علاقے سنگ چارک، سوزمہ قلعہ، کوہستانات، صیاد، شیرم اور صوبے کے مرکز سے ملحق علاقوں میں سے زیادہ پر مجاہدین نے کنٹرول حاصل کرلیا ہے۔ اور دشمن کے دانت کھٹے کردیے ہیں۔ اس سے قبل یہ علاقے دشمن کے قبضے میں تھے۔ یہاں کٹھ پتلی حکومت کے اعلی عہدے دار مسلط تھے، جن میں سے بعض کو مجاہدین نے دعوت، جب کہ بقیہ کے خلاف فوجی کارروائی کرکے علاقے سے بھاگنے پر مجبور کردیا۔ اب یہ علاقہ امارت اسلامی کے کنٹرول میں ہے۔

سوال: عزم آپریشن کے دوران صوبہ سرپل کی جہادی کارروائیوں کے بارے میں کچھ تفصیل بتائیں کہ یہاں کون سی اہم کارروائیاں تھیں، جو مجاہدین نے انجام دیں؟

جواب: اگر میں گزشتہ سال کی جہادی کارروائیوں کا ذکر کروں تو وہ یہ ہیں کہ گزشتہ موسم بہار سے ہی مجاہدین کا پلڑا بھاری تھا۔ اور عزم آپریشن کے ساتھ ہی حالات نے یک دم رخ بدل لیا تھا۔ مثال کے طور پر ضلع سنگ چارک مکمل طور پر دہشت گرد ملیشیا کے وحشی درندوں کی گرفت میں تھا، مجاہدین صرف درہ ازبکی کے علاقے میں موجود تھے۔ اللہ تعالی کی نصرت سے مجاہدین نے کئی ہفتوں کی مسلسل کارروائیوں کے بعد اوقاف اور لنگر شاہ عبداللہ کے علاقے فتح کیے، جو بہت وسیع درے ہیں۔ بعد ازاں مجاہدین نے ضلع سوزمہ قلعہ کے علاقے کتہ قلعہ، جو ۷۵ دیہاتوں اور ایک بڑے بازار پر مشتمل ہے، میں موجود جنگجوؤں کے دستوں اور اُن کے کمانڈروں کو دعوت اور مذاکرات کے ذریعے مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے پر مجبور کیا۔ اس طرح یہ پورا علاقہ مجاہدین کے قبضے میں آگیا۔ ضلع سوزمہ قلعہ کے مرکز کے علاوہ تمام علاقے رواں سال دشمن کے وجود سے پاک کردیے گئے ہیں، جو مجاہدین کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔

اس کے بعد مجاہدین نے ضلع اہم ضلع کوہستانات کی جانب پیش قدمی کی اور قلعہ شہر، جو دس ہزار گھروں پر مشتمل ایک وسیع علاقہ ہونے کے ساتھ ساتھ چار صوبوں غور، بامیان، فاریاب اور سرپل کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے، کو مجاہدین نے فتح کیا۔ بعد میں چلچہ نامی علاقہ اور تین دن کے مسلسل حملوں کے بعد ضلع کوہستانات کا مرکز مکمل طور پر فتح ہوا۔ جس میں مجاہدین نے ۱۴ رینجر گاڑیاں، دو ہیوی

مشین گنیں اور مختلف قسم کا جنگی سامان بھی غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔ کوہستانات کی فتح سے دشمن اتنی بوکھلاہٹ کا شکار ہوا کہ کابل کے صدارتی محل اور پارلیمنٹ نے بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ جب کہ اشرف غنی کے خونخوار کمانڈر جنرل دوستم اچانک ایک بڑے فوجی قافلے کے ساتھ کوہستانات آئے اور اس ضلع کے مرکز کو ایک مرتبہ پھر مختصر مدت کے لیے اپنی گرفت میں لے لیا۔ مجاہدین نے ضروری تیاریوں کے بعد ایک مرتبہ پھر ضلع کوہستانات کے مرکز پر حملہ بول دیا، جس کے نتیجے میں خاص طور پر اس جگہ پر مارٹر گولوں کی بارش کی، جہاں دوستم موجود تھے۔ دوستم جان بچانے کی فکر میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے علاقے سے فرار ہوگئے اور مجاہدین نے ایک مرتبہ پھر ضلع کوہستانات کو فتح کرلیا۔ اس مرتبہ مجاہدین کو 18 فوجی رینجر گاڑیاں، 5 ٹینک، 12 ہیوی مشین گنز، 30 کلاشنکوف سمیت بڑی مقدار میں اسلحہ اور دوسرا جنگی ساز و سامان بھی غنیمت کے طور پر ہاتھ آئے۔ اسی طرح کٹھ پتلی اشرف غنی کے 25 فوجیوں کو بھی مجاہدین نے گرفتار کرلیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنرل دوستم دراصل مجاہدین کو یہ غنیمت دینے کے لیے آئے تھے!

سوال: آپ نے مجاہدین کی جن کارروائیوں کا ذکر کیا، یقیناً گزشتہ سال کے دوران مجاہدین نے بڑی فتوحات حاصل کی ہیں، آپ موجودہ صورت حال سے آگاہ کریں کہ کیا فتوحات کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے؟

جواب: مہینے ڈیڑھ مہینے قبل مجاہدین نے ضلع صیاد میں قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی تھیں، وہاں دہشت گرد ملیشیا کے ایک معروف اور وحشی کمانڈر خیر اللہ آقسو اپنے آٹھ قریبی ساتھیوں سمیت مجاہدین کے ایک حملے میں جہنم رسید ہوئے۔ باقی ماندہ ملیشیا کے جنگجوؤں میں سے کچھ مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہوئے اور کچھ نے راہ فرار اختیار کرلی۔ اس علاقے میں آقسو شرقی، آقسو مغربی، آہو اور خواجہ آلتو وہ علاقے ہیں، جو مجاہدین نے فتح کیے ہیں۔ فی الحال مجاہدین کا تین اطراف سے سرپل سے رابطہ قائم ہوگیا ہے۔ مختصر یہ کہ سرپل کے دس اضلاع میں سے کوہستانات، پچن اور شیرم اضلاع مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ جب کہ بلخاب کے علاوہ تمام علاقوں میں مجاہدین موجود ہیں اور بہت سے علاقے مجاہدین کے قبضے میں ہیں۔

صوبہ سرپل کے اطراف میں واقع تقریباً تمام علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ دشمن صرف چند اضلاع کے مراکز تک محدود ہے۔ گزشتہ سال مجاہدین کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ یہاں مجاہدین کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ ہم نے گزشتہ سال کے آغاز میں بھی مجاہدین کی تعداد معلوم کی تھی اور اب ایک سال کے دوران مجاہدین کی تعداد چار گنا بڑھ گئی ہے۔ اسی طرح وسائل کے لحاظ سے بھی مجاہدین کافی حد تک خود کفیل ہو چکے ہیں۔ درجنوں ٹینک، فوجی گاڑیاں اور بھاری ہتھیار، وہ وسائل ہیں، جو اس سے قبل مجاہدین کے پاس موجود نہیں تھے۔

سوال: شمالی افغانستان میں ایک اہم مسئلہ سابق جنگی کمانڈروں کا ہے، جو اپنے جنگی گروپ اور مسلح افراد کے ساتھ مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔ کبھی کبھار دشمن کی مدد کے لیے بھی پہنچ جاتے ہیں اور جب امریکی نہیں ہوتے تو عوام اور مجاہدین کے لیے دردِ سر بنے رہتے ہیں۔ آپ لوگوں نے ان کمانڈروں کی سرکوبی کے لیے کوئی اقدام کیا ہے؟

جواب: واقعی معاملہ ایسا ہی ہے۔ غور، فاریاب اور دوسرے علاقوں کی طرح سرپل میں بھی کچھ جنگجو باقی ہیں، لیکن اس سال ان کی قوت بڑی حد تک کم ہوئی ہے۔ مجاہدین نے مختلف منصوبوں کے تحت ان جنگجوؤں کو

دشمن کی ان سازشوں سے باخبر رہیں۔ سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ہماری صف میں کون سی خرابی ہے؟ اول تو اس میں کوئی ظاہری اور غیر شرعی نقص نہیں اور اگر خدانخواستہ کوئی نقص موجود بھی ہو تو اسے حکمت عملی کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اسے بنیاد بنا کر کوئی دوسری جماعت بنائی جائے، تاکہ مسئلہ جوں کا توں رہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کے گھر میں کوئی کھڑکی یا دروازہ اپنی جگہ سے تھوڑا سا سرک جائے اور کھلنے اور بند ہونے میں مسئلہ ہو تو کیا آپ کھڑکی یا دروازے کا نقص دور کریں گے یا پورے گھر کو دوبارہ بنائیں گے؟ ظاہری بات ہے آپ صرف ظاہری نقص کو دور کرنے کے لیے کام کریں گے۔ ہمیں چاہیے کفار اور ان کے معاونین کے جھوٹے پروپیگنڈوں پر کان نہ دھریں۔ امارت اسلامیہ کی مدبرانہ قیادت میں اس صف میں اتحاد و اتفاق اور مزید کامیابی کے لیے اپنی تمام توانائیاں بروئے کار لائیں اور شرعی نظام کے نفاذ تک اپنی جد و جہد جاری رکھیں۔

مٹانے کی کوشش کی ہے۔ دشمن کے ساتھ قومی ملیشیا کے اہل کاروں کے نام پر کام کرنے والے ان جنگجوؤں کو مجاہدین سب سے پہلے دعوت دیتے ہیں، جب یہ راستہ کارگر نہیں رہتا تو پھر انہیں ٹھکانے لگانا ہی بہتر جانتے ہیں۔ رواں سال سرپل میں ایک ہزار کے قریب افراد مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہوئے، جن میں بڑی تعداد ملیشیا کے انہی جنگجوؤں کی تھی، جنہوں نے علیحدگی اختیار کر کے امارت سے انضمام کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ سرپل کی سطح پر پانچ بڑے کمانڈرز محمد نور، بحر اللہ، طوفان، وکیل خان اور خیر اللہ آقسو بھی مجاہدین کے ٹارگٹ حملوں میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، جو دشمن کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

سوال: صوبہ سرپل میں امارت اسلامیہ کے دوسرے اداروں کی تشکیلات کے بارے میں کیا پیش رفت ہو رہی ہے؟

جواب: سرپل میں فوجی کارروائیوں کے ساتھ دعوت، تعلیم و تربیت اور عدلیہ سمیت مختلف شعبوں میں کام جاری ہے۔ صوبے میں دینی مدارس اور اسکول، دونوں کھل گئے ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ دینی تعلیم کے شعبے میں بہت پیش رفت دیکھنے میں آئی ہے اور بڑے بڑے مدارس میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ عدلیہ بھی تندہی سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے اور لوگوں کے مسائل شریعت کی روشنی میں حل ہو رہے ہیں۔

سوال: کیا صوبہ سرپل میں امارت اسلامیہ کی فوج کے علاوہ کوئی دوسری تنظیم یا فرقے کے لوگ بھی موجود ہیں؟

جواب: جب گزشتہ سال امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کا اعلان ہوا اور محترم ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ نئے زعیم کے طور پر منتخب ہوئے تو سرپل کے تمام مسئولین اور عام مجاہدین نے متفقہ طور پر نئے زعیم کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ الحمد للہ! سرپل میں بھی دوسرے شمالی صوبوں کی طرح نہ کسی داعش کا نام و نشان ہے اور نہ داخلی باغیوں کا۔ اس صوبے کے تمام مجاہدین بالاتفاق امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ کی قیادت میں جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور یہاں کوئی مخالف گروہ سر نہیں اٹھا سکتا۔

سوال: آپ ہمارے قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: مجاہدین اور تمام مسلمانوں کے نام میرا پیغام یہ ہے کہ حالات کی حساسیت اور دشمن کی جانب سے درپیش چیلنجز اور سازشوں سے خود کو باخبر رکھیں۔ ہمیں اس بات کا ادراک کرنا چاہیے کہ ہم اب ایسی حالت میں ہیں، جیسے بیج کی کاشت، اس کی حفاظت اس پر بھاری اخراجات اور طویل مشکلات سہنے کے بعد پھل پک چکے ہوں اور صرف اسے توڑ کر پلیٹ میں رکھنے کی دیر ہو۔ اگر ایسے وقت میں ہم اپنی فصل کی اچھی طرح سے حفاظت نہیں کریں گے تو ہماری محنت رائیگاں جائے گی۔ متحد امارت اسلامیہ ہماری چالیس سالہ قربانیوں، تکالیف، ہجرتوں اور شہادتوں کا لب لباب اور نتیجہ ہے۔ اب ہماری بیواؤں، یتیموں کی امیدیں اسی ادارے سے بندھی ہوئی ہیں کہ وہ ہی اسلامی نظام نافذ کریں گے اور لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھیں گے۔ لیکن کچھ مقامی اور غیر ملکی قوتیں مختلف نعروں کے ساتھ اس کوشش میں ہیں کہ اس ادارے میں اختلاف پیدا کر کے اسے توڑ دیا جائے، تاکہ مجاہدین مختلف گروہوں میں بٹ جائیں اور امارت اسلامیہ کا موجودہ نظم و ضبط اور اتحاد و اتفاق ختم ہو جائے۔ اس طرح وہ اپنے مذموم عزائم کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ دشمن کی ان سازشوں سے باخبر رہیں۔ سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ہماری صف میں کون سی خرابی ہے؟ اول تو اس میں کوئی ظاہری اور غیر شرعی نقص نہیں اور اگر خدانخواستہ کوئی نقص موجود بھی ہو تو اسے حکمت عملی کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اسے بنیاد بنا کر کوئی دوسری جماعت بنائی جائے، تاکہ مسئلہ جوں کا توں رہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کے گھر میں کوئی کھڑکی یا دروازہ اپنی جگہ سے تھوڑا سا سرک جائے اور کھلنے اور بند ہونے میں مسئلہ ہو تو کیا آپ کھڑکی یا دروازے کا نقص دور کریں گے یا پورے گھر کو نئے دوبارہ بنائیں گے؟ ظاہر سی بات ہے آپ صرف ظاہری نقص کو دور کرنے کے لیے کام کریں گے۔ ہمیں چاہیے کفار اور ان کے معاونین کے جھوٹے پروپیگنڈوں پر کان نہ دھریں۔ امارت اسلامیہ کی مدبرانہ قیادت میں اس صف میں اتحاد و اتفاق اور مزید کامیابی کے لیے اپنی تمام توانائیاں بروئے کار لائیں اور شرعی نظام کے نفاذ تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔

☆☆☆

موسم بہار کیا لا رہا ہے؟

تحریر: محمد فرہاد جانباز

یہ کافی مضحکہ خیز معاملہ ہے کہ چند شر پسند عناصر فی اینکر پرسن کا روپ دھارے امارت اسلامیہ کے معاملات پر زمینی حقائق سے بالکلیہ متضاد ہوائیاں اُڑاتے رہتے ہیں۔ اُن کا مقصد ہوتا ہے کہ امارت اسلامیہ کی واضح نظر آنے والی کامیابیوں کو ابہامات کی دھند میں لپیٹ دیا جائے۔ جس سے یہ فائدہ ہوگا کہ امارت اسلامیہ سے دلی لگاؤ رکھنے والے عام مسلمانوں میں بے چینی اور مایوسی پیدا کی جا سکے گی۔

اگرچہ یہ کام بجائے خود افغانستان کے مختلف ٹی وی چینلز پر بھی بھرپور انداز میں ہو رہا ہے، لیکن ہم خطہ افغانستان کی سرحد سے منسلک ایک ملک کے ٹی وی چینل پر بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

چوں کہ حالات قدرے تیز قدمی کے ساتھ ایک عالمی جنگ کی طرف جا رہے ہیں اور اِس صورتِ حال میں جمہوری بنیادوں پر جنم لینے والے ہر کافر و مسلم خطے کی کوشش یہ ہے کہ ہر ممکن صورت اور ہر پہلی فرصت میں اپنے مفادات کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ چناں چہ افغانستان، عراق، شام، لیبیا، چیچنیا، برما، کشمیر، مالی، سوڈان، سربیا اور سنکیانگ وغیرہ میں بھڑکتی جنگ کے شعلے اسی تناظر میں سرد ہونے میں نہیں آ رہے۔ انگلیوں پر گنی جانے والی معدودے چند معاشی اور جنگی حوالے سے مضبوط طاقتوں میں سے جس کا جتنا اور جہاں زور چلتا ہے، وہ اسے بروئے کار لا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی کوشش میں ہے۔ چوں کہ اِن طاقتوں کے مدمقابل "خالص مسلمان" ہیں، اس لیے شومئی قسمت سے اُن کا اُلّو سیدھا ہونے میں نہیں آ رہا۔۔۔

ہم اِن سطروں میں جس غیر ملکی ٹی وی ٹاک شو کے مخصوص نکات کا ذکر کرنے والے ہیں، وہ بھی اُلّو کو ہی سیدھا کرنے کی ایک مضحکہ خیز کوشش ہے۔ جیسا کہ عام مسلمانوں کو امارت اسلامیہ کے تنظیمی معاملات کے حوالے سے معلومات نہیں ہوتیں، اس لیے محسوس کیا جا سکتا ہے کہ ایسے زہریلے پروپیگنڈے اپنا کچھ نہ کچھ منفی اثر ضرور چھوڑتے ہیں، جس سے مایوسی اور بے چینی جنم لیتی ہے۔

لیجیے نکات ملاحظہ فرمائیں:

1... "طالبان کو بتایا جائے کہ بات چیت کے لیے ضروری ہے تشدد کی سطح کو کم کیا جائے۔"

یعنی یہ بھی ایک ایسی بات تھی، جس کا امارت کو بتایا جانا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ جب کہ موصوف دانش ور کی جانب سے اپنے ملک کا اُلّو سیدھا کرنے کی کوشش میں یہ پہلا نکتہ ہے، جسے درست لفظوں میں 'بھاشن' کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ افغانستان کے حالات خراب کرنے والے جمہوریوں کو یہ کون بتائے گا کہ "اُن ہی کی غلط کاریوں نے "طالبان" کو اپنے پُرامن حالات سے نکال کر تشدد (دفاعی جہاد) پر مجبور کیا تھا؟"

اس نکتے کو دیکھ کر میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ یہ لوگ امارت کے میڈیا کو ملاحظہ نہیں کرتے، بلکہ امارت اسلامیہ کے اصل فریق امریکا تک کو معلوم ہے کہ بات چیت یا مذاکرات کے حوالے سے امارت کی پہلی شرط اور بنیادی مؤقف یہ ہے کہ امریکا افغان خطے سے باہر نکل جائے۔ جب تک غیر ملکی افواج افغانستان میں موجود رہ کر دہشت گردی کرتی رہیں گی، تب تک سنجیدہ بات چیت کے حوالے سے کسی بھی امکان کی امید اور توقع رکھنا لاعلاج پاگل پن کے سوا کچھ نہیں ہے۔ امارت کا یہ مؤقف پتھر پر لکیر ہے۔ اگر بظاہر عقل مند دکھائی دینے والا کوئی فرد، طبقہ یا ملک یہ سمجھتا ہے کہ امارت اس میں نرمی کرے گی تو اُسے اپنی سمجھ داری پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

2... "(امیر المؤمنین) ملا اختر محمد منصور (حفظہ اللہ) گروپ کے پاس ستر فیصد

لڑاکا ہیں۔"

اس نکتے کو دیکھنے کے بعد سے اب تک اس سوچ میں ہوں کہ اس کی کیا توجیہ کی جائے؟ اگر ستر فیصد لڑاکا ملا صاحب کے پاس ہیں تو باقی تیس فیصد کس کے پاس ہیں، جو مقامی و بیرونی دونوں دہشت گرد فوجوں کے ساتھ برسرپیکار ہیں؟ جناب اینکر صاحب اس بات کا جواب دیں گے کہ افغان خطے میں امارت کے علاوہ وہ کون سا متوازی جنگ جو حلقہ ہے، جو امریکا کو ننگی کا ناچ نچائے ہوئے ہے؟

اندازہ کیجیے کہ اس بے سروپا بھاشن (پروپیگنڈے) سے آدمی خواہ مخواہ پریشان سا ہو جاتا ہے کہ بقیہ تیس فیصد جنگ جو کس گروپ کے پاس ہیں؟ اور پھر وہ گروپ کون سا ہے؟ ظاہر ہے ٹی وی میں بیٹھے دانش ور سے کون پوچھے کہ "جی میاں صاحب! ذرا بقیہ تیس فیصد کے بارے میں بھی رائے گرامی سے نواز دیجیے... عنایت ہی جائے گی۔"

3... "کابل حکومت کی فوج کی کارکردگی کوئی اتنی خاص نہیں ہے۔"

اس نکتے میں پوشیدہ مدعا کو بھی جان لیجیے۔ یعنی اگر کارکردگی خاص نہیں ہے تو بُری بھی نہیں ہے، کم از کم گزارے کے لائق تو ہے ہی...

گزارے کی اس کیفیت کو سمجھنے کے لیے کسی لمبے چوڑے تجزیے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ذیل کی دو خبروں کو ملاحظہ کر لیا جائے۔

"1... افغان خطے کے صوبے روزگان کے اضلاع 'چھار چینہ' اور 'چورہ' میں 23 فروری کو اشرف غنی کی سربراہی میں دہشت کاری میں مصروف آرمی اور پولیس کے 23 دہشت گردوں نے امارت اسلامیہ کے "دعوت و ارشاد کمیشن" کی طرف سے "حقائق کا ادراک کرنے کی نصیحت" پر عمل کرتے ہوئے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے ہیں۔ امارت اسلامیہ نے دہشت گردی کو ترک کرنے والے خوش نصیب افراد کے نام بھی منظر عام پر لائے ہیں، جن میں 20 دہشت گرد پولیس اور 2 آرمی سے تھے، جب کہ 1 سرنڈر کرنے والے کا تعلق دہشت گرد ملیشیا سے تھا... جس نے اپنی کلاشن کوف بھی مجاہدین کے حوالے کر دی تھی۔"

"2... دوسری طرف افغان صوبے بغلان کے مرکزی شہر 'پل خمری' پر امارت اسلامیہ کا قبضہ دہشت گردوں کو ہضم نہیں ہو رہا۔ جس کی وجہ امارت اور دہشت گردوں کے درمیان کافی شدید لڑائی ہوئی ہے۔ پہلے تو اشرف غنی کے غنڈوں نے یہ قبضہ واپس لینے کی کی ان تھک کوشش کی تھی، جس میں انہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی اور بڑی تعداد میں جانی نقصان کے بعد پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی۔ اس کے بعد درندگی کا خوف ناک مظاہرہ کرتے ہوئے مقامی دہشت گردوں سمیت نیٹو اور امن مذاکرات کی دہائی دینے والے امریکا کے مشترکہ حملے میں B-52 اور ڈرون طیارے تک استعمال میں لائے گئے، لیکن امارت کے مجاہدین پھر بھی ڈٹے رہے ہیں۔ اب تک کی موصول شدہ اطلاعات کے مطابق اس مشترکہ حملے میں 11 امریکی اور 15 افغان آرمی کے دہشت گرد مارے جا چکے ہیں۔"

ممکن ہے جب تک یہ تحریر چھپے، تب تک یہ خبریں پرانی ہو چکی ہوں، لیکن بہر حال اِن سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس دہشت گرد افغان آرمی کو "گزارے لائق" سمجھا جا رہا ہے، اس کی اندرونی حالت اس حد تک پتلی ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا، جس میں اشرف غنی کے کم از کم 70 کے آس پاس غنڈے امارت کی مختلف جہادی کارروائیوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہوتے ہوں۔ علاوہ ازیں امارت کے سامنے سرنڈر ہونے والے جنگ جوؤں کی الگ تعداد ہے، جو افغان آرمی و پولیس کی "تعداد، اس کے مورال اور طاقت" کا پول کھولنے کے لیے کافی ہے۔

اس ٹاک شو میں افغانستان کے حالات پر ہونے والے ماہرانہ تجزیے و تبصرے کے معیار پر رونا بھی آ رہا ہے اور ہنسی بھی... آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آدمی ایسی حالت میں "روہانسا" ہو جاتا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس پروگرام کی دکان پر اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے پس پردہ کون سا "چورن" بیچنے کی کوشش کی گئی ہے...؟! اگر اس چورن کی کھوج نہ لگائی جائے تو غیر شعوری طور پر ذہن میں پیدا کیے جانے والے مفروضے (جراثیم) کچھ اس طرح سے ہیں:...

افغانستان کی جمہوری سرحد سے متصل خطے کے سرکردہ افراد جانتے ہیں کہ امارت اسلامیہ آمدہ موسم بہار میں کوئی بڑی اور خاص کامیابی نہ حاصل کر پائے۔ البتہ اگر

ایسا کوئی امکان پیدا ہوا تو در پردہ سہولت کار بن کر داعش کو یہ موقع فراہم کیا جائے گا کہ وہ افغانستان میں اپنی حیثیت کو مستحکم کرے، جس کی بنیاد پر امارت اسلامیہ کے بڑھتے ہوئے مضبوط قدموں کو روک لگائی جاسکے گی۔ ظاہر ہے امارت جلد ہی اس کھلواڑ سے واقف ہو جائے گی کہ داعش کے نام پر ناچنے والی کٹھ پتلی کی ڈوریاں کس کے ہاتھ میں ہیں...؟ لہٰذا امارت کو چاروناچار اس مخصوص ملک کے اشاروں پر چلنا ہوگا۔

یہ بات آنے والے دن ہی بتاسکیں گے کہ مذکورہ مفروضہ حقیقت کا رُوپ دھار لیتا ہے یا حقائق کو واضح کرنے والی وقت کی کسوٹی کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے...؟ عالمی جنگ کی طرف جاتے حالات کو دیکھا جائے تو یہ معاملہ کافی گنجلک سا دکھائی دیتا ہے، لیکن یہ بات بہر حال واضح ہے کہ امارت دشمن عناصر کی جانب سے ایسی کوئی بھی گھٹیا کوشش منظر عام پر دیکھی گئی تو یہ جنگ افغانستان کی "جمہوری سرحد بندی" کا قلع قمع کرتے ہوئے "بہت سوں" کو جلا کر راکھ کر ڈالے گی۔ یہ بات یقینی ہے کہ اب جنگ نے پھیلنا ہے اور شدت کے ساتھ پھیلنا ہے۔ تب کسی کا چورن کام آئے گا نہ ہی مذاکرات کے غبارے ہوا میں اُڑائے جاسکیں گے...

افغانستان میں جاری جہاد کے حوالے سے دو بالکل مختلف تصویریں سامنے آرہی ہیں۔ پہلی تصویر کے مطابق امارت اسلامیہ بڑھ چڑھ کر کامیابیاں حاصل کرتی نظر آرہی ہے، جب کہ دوسری تصویر کے مطابق کچھ مخصوص حلقے اور مغربی میڈیا، دونوں امارت کی اس کامیابی کو ہضم نہیں کرنا چاہ رہے... یا اُن کا معدہ خراب ہونے کی وجہ سے انہیں ہضم نہیں ہو رہی... (واضح رہے یہاں امارت کی عسکری کامیابی تسلیم نہ کرنے کے تناظر میں اوپر بیان کردہ ٹاک شو کا پہلا نکتہ کافی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ... "طالبان کو بتایا جائے کہ بات چیت کے لیے ضروری ہے تشدد کی سطح کو کم کیا جائے"... یعنی دَرپردہ مجبوراً تسلیم کیا جا رہا ہے کہ امارت عسکری کارروائیوں کے نتیجے میں اپنے اہداف حاصل کر رہی ہے۔) آمدہ موسم بہار اس تناظر میں بہت اہم ہے کہ کچھ عرصہ قبل میدان ہموار ہو جانے کے بعد سے امارت کی جنگی پالیسی تبدیل ہو چکی ہے۔ جس میں گوریلا کردار کو کم کر کے علاقے واپس لینے کی مہم زور پکڑ گئی ہے۔ جس کی پہلی قسط قندوز کی صورت میں سامنے آچکی ہے۔ اسی طرح ہلمند و قندھار کے کچھ علاقوں کے امارت کے ہاتھ میں واپس آجانے کو بھی اسی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ یہ امارت کی ایسی کامیابیاں ہیں، جن کا سقوط کے بعد کوئی امکان باقی نہیں رکھا گیا تھا۔ جب اسلام مخالف تدبیر سازوں کی یہ سازش ناکام ہو رہی ہے تو وہ حسب عادت و توقع اسے برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں دکھائی دیتے۔ لہٰذا اُن کی کوشش ہوگی کہ دہشت گردوں کے مختلف ملکی و بیرونی جتھوں کو امارت کے سامنے لاکھڑا کیا جائے، تاکہ امارت کے بڑھتے قدم اس ڈور میں اُلجھ کر رہ جائیں۔ لہٰذا ابھی وہ مقام ہوگا، جب امارت کی منصوبہ ساز صلاحیتوں، تدبیروں اور مشکل حالات سے عہدہ برآ ہونے کی کوششوں کے امتحان کا ایک نیا سلسلہ سامنے آئے گا۔

اس معاملے کی نزاکت کو تمام حلقوں میں سنجیدگی سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ جب امارت اپنا عبوری دور ختم کر کے دوبارہ سے افغانستان میں قدم جمالے گی تو اس عمل انگیز سرگرمی کے گہرے اثرات آس پاس کے تمام خطوں، بالخصوص سرحد سے متصل علاقوں پر پڑیں گے۔

اس لیے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی ابہام نہیں رہنا چاہیے کہ امارت کے قیام کے اثرات سے بچنے کی خاطر امریکا کے ایجنڈے پر اپنی اور اپنے ملک کی توانائیاں صرف (ضائع) کرنے والے حلقوں کی شدید کوشش ہے اور ہوگی کہ امریکا کو افغانستان میں کھلی اور اعلانیہ شکست نہ ہونے پائے۔ امریکا، روس کی طرح افغانستان سے بالکل خالی ہاتھ نہ لوٹے، بلکہ معاملے کے حل کے لیے ہر صورت مذاکرات کی میز سجائی جائے، تاکہ امارت "کچھ لو کچھ دو" کی بنیاد پر تھوڑے بہت پر راضی ہو کر افغانستان سے باہر کے مسلمانوں کے لیے "مثال" بننے کے حوالے سے خاموشی اختیار کرلے۔ بظاہر اس کے دو بڑے اور بنیادی فائدے محسوس کیے جا رہے ہیں۔ اول امریکا کو اعلانیہ شکست کی شرمندگی سے بچایا جاسکے۔ ثانیاً (عالمی تحریک قیام خلافت کے تناظر میں) جمہوری تاج و تخت کو ہاتھ سے اُکھاڑ دیے جانے کے امکانات آخری حد تک ختم نہیں تو کم ضرور کیے جاسکیں۔

اگر مسلمانوں کے لیے ایسا کوئی ناقابل قبول منظر نامہ سامنے آتا ہے تو یاد رہنا چاہیے یہ وہ مرحلہ ہوگا، جب جمہوری خطوں کی جانب سے اہل اسلام کی قیام خلافت کی کوششوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے کی جانے والی سازشیں خود ان ہی پر اُلٹ پڑیں گی...

◆◆◆

امارت اسلامیہ کی نصیحت

عبداللہ

مسلم خطے افغانستان میں بسنے والے واقعۃً عجیب لوگ ہیں! اُن کی عادات و نفسیات سمیت بہادری اور جاں بازی کی داستانیں تمام دنیا میں مشہور ہیں۔ وہ جس سے کسی معاہدے کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو دوٹوک اور واضح ہوتی ہے۔ وہ کسی کو اپنا مہمان بناتے ہیں تو آخری سانس تک مہمان نوازی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ وہ اپنی سرزمین پر برے عزائم لے کر آنے والے کسی بھی اجنبی کو نہیں ٹکنے دیتے۔ کوئی اُن کی مرضی کے بغیر افغانستان میں قدم نہیں جما سکتا۔ اگر کوئی دشمن کسی بھی رُوپ میں اس سرزمین میں داخل ہو جاتا ہے تو بھرم کھلنے پر تب اُسے اپنی مرضی سے واپس جانا نصیب نہیں ہوتا... افغانوں کی ان خصلتوں کو زیادہ مشہور کرنے میں عظیم برطانیہ کی شکست نے کافی کام دکھایا تھا۔

اب امارت اسلامیہ کی جانب سے روس کے افغانستان سے فروری میں ہونے والے انخلا کے بارے میں ایک اعلامیہ جاری کیا گیا ہے، جس میں امریکا کی قیادت میں دہشت گردی کرنے والے استعمار کو روس کی عبرت ناک شکست کے تناظر میں کافی نصیحتیں کی گئی ہیں۔ اور پہلی نصیحت ہی ایسی ہے کہ افغانستان سے جڑی ہول ناک جنگی تاریخ ذہن میں گردش کرنے لگ جاتی ہے۔ امارت اسلامیہ کر فرمودہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں...

"روس کی شکست کے تناظر میں امریکی استعمار کے لیے 15 فروری کا یہ پیغام اہم ہے کہ وہ افغانستان سے اپنی افواج کو جلد از جلد نکال لے۔ اس کے بعد اپنی عوام، اموال، اسلحہ، افکار اور اوقات کو افغانستان پر قبضہ جمانے کی خاطر ضائع نہ کرے۔ کیوں کہ......

☆افغان سرزمین متعدد غاصبوں کی قبرستان ہے۔ اس زمین میں ماضی قریب اور بعید کی عظیم سلطنتیں دفن ہیں۔ یہاں دراندازی کرنے والے بہت سے غاصبوں کی کھوپڑیاں خاک میں مل چکی ہیں۔

☆افغان مسلمان اپنے دین، عزت اور سرزمین سے بہت وفادار ہیں۔ جو لوگ افغان مسلمانوں کی شجاعت، اُن کے مقدس مقامات اور اُن کی قومی اقدار سے کھلواڑ کرنا چاہتے ہیں، ان کا انجام برطانوی استعمار اور سوویت یونین کے مانند ہوگا۔

☆جو افغان مسلمانوں کی مرضی کے بغیر کے ان کے علاقے میں اپنی کٹھ پتلیاں مسلط کر کے اُن کے ذریعے اپنے ناپاک قبضے کو دوام دینا چاہتا ہے، اُسے ہر حال میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

☆استعمار کے پاس جتنی بھی دولت اور طاقت ہو... اور وہ نہتے افغان مسلمانوں پر اپنی ظالم فوج اور خطرناک اسلحے کے بل بوتے حکومت کرنے کی کیسی ہی کوشش کی، لیکن آخری مرحلے میں افغانستان سے شرم ناک شکست کی حالت میں نکلنا پڑے گا۔

☆اگرچہ افغانستان ایک غریب مسلم خطہ ہے، لیکن اس معاشی کسمپرسی کی حالت کے باوجود بھی عالمی دہشت گردوں اور بدمعاش حکومتوں کے لیے اسے مسخر اور کنٹرول کرنا ناممکن ہے۔

استعمار کو چاہیے کہ فروری کے مذکورہ پیغام کی اچھی طرح سے چھان پھٹک کرے۔ ساتھ ساتھ افغانستان کی جنگی تاریخ کا بہ غور اور گہرا مطالعہ کرے۔ اُسے چاہیے کہ اپنے معتدل دانش وروں اور تجزیہ کاروں کی رائے کو سنجیدگی سے سن کر عقل مندی کا مظاہرہ کرے۔ بعد ازاں عدل و عقل کے دائرے میں رہ کر افغانستان سے اپنی وحشی افواج نکالنے کا فوری فیصلہ کرے۔ استعمار غنڈہ گردی میں مصروف اپنے جرنلوں کے غلط اور متعصبانہ مشوروں کو اہمیت نہ دے، کیوں کہ زمینی حقائق سے سراسر مخالف مشورے ہی وہ عناصر ہیں، جن کی وجہ سے پندرہ برس گزرنے پر بھی امریکا کے لیے اس جنگ کا کوئی بھی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔ اگلے پندرہ کیا، تیس سالوں میں بھی اُسے موت، ذلت اور شکست کے علاوہ کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے..."

اللہ ظالموں کا مددگار نہیں ہوتا...

اشرف غنی کی سیاسی بے عزتی

شاہد غزنیوال

گزشتہ دنوں کٹھ پتلی اشرف غنی ترکی کے نئے قونصل خانے کا افتتاح کرنے کے لیے قندھار کے دورے پر آئے۔ لیکن قندھار میں قونصل خانے کے افتتاح سے قبل اپنے ہی وزراء سے الجھ بیٹھے۔ پہلے پہل تلخ جملوں کا تبادلہ ہوا، پھر بات ہاتھا پائی تک جا پہنچی۔ جس کی وجہ سے موصوف سخت سیاسی شرمندگی کا شکار اور مرجھائے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس کابل سدھار گئے۔

اشرف غنی قندھار کے اچانک دورے سے اس دباؤ کو کم کرنا چاہتے تھے، جو کابل میں بجلی کی کمیابی سے ایک ہفتے سے ان کے دماغ پر سوار تھا۔ لیکن شومئ قسمت، قندھار میں ان کی ایسی 'خاطر تواضع' کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ اشرف غنی کی اپنے وزراء کے ہاتھوں تذلیل، کابل میں بجلی کا بحران اور ڈنڈہ خوری میں موصوف کے مسلح جنگجوؤں کی ناکامی امریکی انتظام میں آپ صاحب کی بے اختیاری اور ناکامی کی واضح مثالیں ہیں۔ اگرچہ اس سے قبل سابق کٹھ پتلی حامد کرزئی بھی اپنے زمانے کے اوائل میں اسی قسم کے حالات کا سامنا کر چکے ہیں، جہاں کابل سے باہر ایک حملہ آور عبدالرحمن کے قاتلانہ حملے میں بال بال بچے اور فوراً واپس کابل کی راہ لی، لیکن اشرف غنی کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اس حملے سے زیادہ اہم اور سیاسی لحاظ سے انتہائی شرم ناک ہے۔ کیوں کہ کرزئی پر حملہ ان کے دشمن (مجاہدین) نے کیا، جب کہ اشرف غنی کی تذلیل ان کے اپنے وزراء کا نہایت مہارت سے تیار کردہ پلان تھا، جو کامیابی سے اپنے انجام کو پہنچا۔

اشرف غنی بے اختیار ہونے کے لحاظ سے انتہائی بلند حوصلہ رکھتے ہیں، شاید قندھار کا واقعہ بھی اپنی کٹھ پتلی سلطنت کے دوسرے ہزاروں شرم ناک اسکینڈلز اور مسائل کی طرح طاقِ نسیان کی نذر کر دیں، لیکن اگر موصوف مذکورہ واقعے پر حقیقی طور پر غور کریں تو شاید یہ واقعہ ساری عمر ان کے لیے ناقابلِ فراموش ہوگا۔ قندھار کے مذکورہ واقعے میں صرف اشرف غنی کی تذلیل و توہین نہیں ہوئی، بلکہ قندھار کے اس صدارتی مقام کی بھی توہین ہوئی ہے، جس کا احترام ہر افغان شہری اپنا فرض سمجھتا ہے۔ افغان قوم مہمان نوازی اور بزرگوں کے احترام میں بہت مشہور ہے۔ اشرف غنی سمیت ہر اس شخص کو، جو افغانوں کی قیادت کا دعوے دار ہو، انھیں ایسے کام دینے چاہیں، جو عوام میں مقبولیت اور احترام کا باعث بنیں۔ امریکا نے اپنی غیر قانونی جارحیت کے دوران دوسرے مسائل کے ساتھ افغانوں کی ثقافت اور قومی روایات کی بھی توہین کی ہے۔ امریکا نے افغان قوم پر کرزئی اور اشرف غنی جیسے اخلاقی اقدار سے گرے ہوئے اشخاص کو مسلط کیا، جنھوں نے افغانوں کی پوری روایات کا جنازہ نکال دیا ہے۔

اگر ان جیسے افراد امریکا کی مسلح قوت کے بل بوتے پر زبردستی افغان قوم پر مسلط ہوتے ہوں تو قندھار کے علاوہ افغانستان کے دوسرے علاقوں میں بھی ان کا حشر یہی ہوگا۔ افغان قوم اشرف غنی اور امریکا کے دوسرے کٹھ پتلیوں کو اپنے سربراہ کی حیثیت سے نہیں، بلکہ امریکی کاسہ لیسوں کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اجنبی نوکر اگر غیر ملکی قوتوں کے بل بوتے پر لوگوں پر مسلط ہو کر ہا م نہاد حکمرانی بھی کریں تو غلامی کا طوق ان کے ذلیل چہرے کو ساری دنیا کے سامنے بے نقاب کر دیتا ہے۔

• • •

افغان حکومت دنیا کا دوسری بڑی بدعنوان حکومت

(اسٹریٹیجک اسٹڈیز سے ماخوذ)

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے دنیا کے بدعنوان ممالک سے سلسلے میں 2015 کی سالانہ رپورٹ جاری کی، جس کے مطابق 167 ممالک میں شالی کوریا، صومالیہ اور افغانستان سب سے زیادہ کرپٹ ممالک کے طور پر سرفہرست ہیں۔ رپورٹ کے مطابق افغان حکومت دنیا کی دوسری سب سے بدعنوان حکومت بن گئی ہے۔

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل پہلی تنظیم نہیں، جس نے افغانستان میں کرپشن کے بارے رپورٹ شائع کی ہے، بلکہ اس سے قبل بھی افغانستان انٹیگریٹی واچ، ایشیا فاؤنڈیشن اور اقوام متحدہ کے انسداد منشیات اور انٹی جرائم ایجنسی نے اس حوالے سے مختلف رپورٹس شائع کی ہیں۔ افغانستان میں بدعنوانی کے الزامات کے متعلق کئی سروے ہو چکے ہیں۔ افغانستان میں بدعنوانی میں کیوں اضافہ ہو رہا ہے؟ گزشتہ ایک سال میں کرپشن کے خلاف مخلوط اتحادی حکومت نے کون سے اقدامات اٹھائے ہیں؟ یہاں تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

افغانستان میں کرپشن کا مختصر جائزہ:

افغانستان میں کرپشن سے متعلق ملکی اور غیر ملکی اداروں نے اپنی اپنی رپورٹ شائع کی ہیں۔ انٹی کرپشن واچ افغانستان کی اندرونی تنظیم ہے اور ایشیا فاؤنڈیشن، ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل اور منشیات و جرائم کے خلاف اقوام متحدہ کا ادارہ غیر ملکی ادارے ہیں، جنہوں نے اس حوالے سے رپورٹ شائع کی ہے۔ ان تمام اداروں نے ملک میں کرپشن سے متعلق تحقیقات کی ہیں۔ یہاں ایشیا فاؤنڈیشن، افغانستان انٹی کرپشن واچ اور ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل ایجنسیوں کی تحقیقات اور سروے رپورٹس ملاحظہ ہوں:

ایشیا فاؤنڈیشن کے سالانہ سروے کے مطابق 2006 سے 2014 تک لوگوں کی روزمرہ زندگی میں بدعنوانی ایک اہم مسئلے کے طور پر اٹھایا گیا تھا۔ 2006 میں 42 فیصد لوگوں نے کرپشن ملک کا سب سے بڑا مسئلہ قرار دیا تھا، لیکن 2014 میں 62 فیصد لوگوں کی رائے کے مطابق بدعنوانی ملک کا سب سے سنگین مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ 2006 سے 2014 تک ایشیا فاؤنڈیشن کی رپورٹ میں کرپشن اور بدعنوانی سے متعلق سروے کے مختلف حصے شامل ہیں، جیسا کہ آپ کے پڑوس میں، مختلف علاقوں میں، صوبائی حکومتوں اور پورے افغانستان میں بدعنوانی کے مسئلے کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ اگر ان سوالات پر نظر ڈالیں تو کرپشن لوگوں کی نظر میں سب سے اہم مسئلہ ہے اور دوسرے سال کے مقابلے میں 2014ء میں بدعوانی کی شرح میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔
انٹی کرپشن واچ افغانستان کے ادارے نے بھی 2007 سے لے کر 2015 تک کرپشن کے خلاف چار سروے کیے ہیں۔ ان سروے کے مطابق ملک میں کرپشن کے واقعات میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔
2007 میں 477 ملین ڈالرز کی رشوت دی گئی۔ 2010 میں 1000 ملین، 2012 میں 1250 ملین اور 2014 میں 1942 ملین ڈالرز کی رشوت دی گئی۔ (وضاحتی ڈرائنگ۔ 1 ملاحظہ ہو)

افغانستان میں کرپشن: تشریحی رسم 1 -

ماخذ: 2007 میں، 2010، 2012 اور 2014 میں سالمیت واچ افغانستان کے سروے۔

کرپشن کے بارے میں ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے سروے:

کرپشن کے خلاف ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل بین الاقوامی سول سوسائٹی آرگنائزیشن کا ادارہ ہے، جو بنیادی طور پر بدعنوانی کو روکنے کے لیے کام کر رہا ہے۔یہ ادارہ ہر سال سو سے زائد ممالک میں کرپشن کے بارے میں سروے کرتا ہے۔اس کے بعد نمبر شمار کے ساتھ بدعنوان ممالک کے نام جاری کرتا ہے اور بدعنوان ممالک کی فہرست تیار کر کے درجہ بندی کے ساتھ ان کی سالانہ رپورٹ شائع کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ ہم اس ادارے کے سال 2005 کی سالانہ رپورٹ پر نظر ڈالیں تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہر گزرتے سال کے ساتھ بدعنوانی کے خلاف جدوجہد میں کمی آ رہی ہے۔ 2005 میں افغانستان اب سے بہتر مقام پر تھا۔ اس وقت کرپشن کم تھی۔ اس وقت افغانستان کے 2.5 پوائنٹس تھے اور 159 ممالک میں افغانستان 117 نمبر پر تھا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ افغانستان بدعنوان ملک میں سرفہرست ہو گیا۔

2007 سے 2009 تک افغانستان میں کرپشن کے پوائنٹس کم ہو رہے تھے۔ (2007 میں افغانستان کے پوائنٹس 1-8 تھے، 2008 میں 1-5-اسی طرح 2009 میں سے 1-3 تک کم ہو گئے) لیکن 2010 سے 2011 تک آہستہ آہستہ افغانستان بدعنوانی کے خلاف جنگ میں سرفہرست ہو گیا۔ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ 2008 میں افغانستان میں قانون نافذ کرنے والی مہم کی حکمت عملی طے کی گئی۔ کرپشن کے خلاف نیا قانون بنایا گیا تھا اور اس کے خلاف ملک بھر میں مہم بھی چلائی گئی۔ اس رپورٹ کے مطابق 2012 سے 2013 سال کے لیے افغانستان ایک بار پھر کرپشن اور بدعنوان ملک کے طور پر نمودار ہوا۔ (2012 میں 0-8 پوائنٹس تھے) لیکن جب اشرف غنی اقتدار میں آئے تو ان کے بعض اقدامات کے باعث مثال کے طور، بینک کیس دوبارہ کھول دینا، کرپشن میں مشتبہ ملوث افراد کے نام ای سی ایل لسٹ سے نہ نکالنا وغیرہ، ان اقدامات سے افغانستان میں کرپشن کے خلاف جدوجہد کے پوائنٹس 2014 میں 1.2 تک پہنچ گئے۔

جدول 1: بین الاقوامی سطح پر کرپشن میں افغانستان کے حالات (2005-2015) دنیا کے دس ممالک میں سے سرفہرست آیا۔

ماخذ: ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل 2005 سے 2014 تک (ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل) کی رپورٹ کے مطابق کرپشن کے خلاف مخلوط حکومت میں رابطے کا فقدان۔

کابل بینک کیس، افغانستان بینک کی تاریخ کا سب سے بڑا کیس ہے۔ بڑے مجرم خلیل اللہ فیروزی کو حراست میں لے لیا گیا اور جیل کی سزا بھی سنائی گئی، لیکن بعد میں اشرف غنی کے قانونی مشیر محمد علی محمدی کی جانب سے رہا کیا گیا اور شہری وزارت کی جانب سے ایک معاہدہ بھی ان کے ساتھ کیا گیا تھا۔ کابل میں صدر احمد ضیاء مسعود اور شہری سیاسی اصلاحات کے وزیر کے خصوصی نمائندے سمیت اعلی سرکاری حکام کی ایک بڑی تعداد معاہدے پر دستخط کرنے کے موقع پر موجود تھی۔ لوگوں نے کرپشن کے خلاف کابل حکومت کی جدوجہد کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور حکومت کو ہی کرپشن کا ذمہ دار ٹھہرایا۔لوگ جانتے ہیں کہ کرپشن، بدعنوانی اور رشوت کو فروغ دینے میں کرپٹ حکومت ملوث ہے، جو نہ کوئی اصلاحات لا سکتی ہے اور نہ ہی کرپشن کا خاتمہ کر سکتی ہے۔عام لوگ سمجھتے ہیں کرپشن کی بنیاد قابض قوتوں نے رکھی۔ حکومت میں شامل تمام افراد کرپشن میں ملوث ہیں۔وہ رشوت کے عادی ہو چکے ہیں۔ان سے خیر کی توقع نہیں کر سکتے اور نہ ہی عوام ان پر اعتماد کرتے ہیں۔

❖❖❖

امریکا بے وقوفی کی دہلیز پر

عبید تنویر

مغربی میڈیا کی رپورٹ کے مطابق نیویارک کے فوجی ایئر بیس "فورٹ ڈرم" سے 500 امریکی فوجی افغانستان بھیج دیے گئے ہیں، تاکہ اشرف غنی کے قبضہ گروپ کے لیے کارگزار دہشت گرد ملیشیا کو جنگی مہارتوں سے لیس کر سکیں۔ دو ہفتے قبل بھی امریکی ذرائع نے خبر دی تھی کہ ہلمند کی لڑائی کے لیے بھی مذکورہ اڈے سے ایک خاص کمانڈو کمان بھیجی گئی تھی، جو سیکڑوں جنگجوؤں پر مشتمل تھی۔ پہلے ہی مرحلے میں مارجہ کے قریب امارت اسلامیہ کی فوج نے اس کمان کا پہلا ہیلی کاپٹر، جس میں تقریباً 20 دہشت گرد سوار تھے، تباہ کر دیا۔ اسی طرح ایک اور ہیلی کاپٹر، جو اس علاقے میں لینڈ کرنے والا تھا، مجاہدین کے حملے کا نشانہ بنا۔ کہا جاتا ہے اس واقعے میں بھی بہت سے امریکی فوجی ہلاک ہوئے تھے۔

دونوں واقعات میں امریکا کو شدید نقصان اور جنگی شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے نیویارک کے مذکورہ ایئر بیس میں امریکا کے وہ تربیت یافتہ فوجی موجود ہیں، جن کو انتہائی حساس اور شدید حالات میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ مگر افغانستان میں آمد کے ساتھ ہی ان تربیت یافتہ کمانڈوز کو بھی نقصانات کا سامنا ہوا، جس نے "فورٹ ڈرم" کی مہارتوں پر سوالیہ نشان کھڑے کر دیے ہیں۔ امریکی جنرل کیمبل نے کہا ہے کہ "افغانستان میں اس لیے مزید امریکی فوجیوں کو بلایا گیا ہے، تاکہ وہاں داعش کے بڑھتے ہوئے خطرے کو روکا جا سکے۔" مگر کابل انتظامیہ کے اعلیٰ حکام کی جانب سے ذرائع ابلاغ کو ایسے مستند شواہد بھی دیے گئے ہیں، جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امریکی حکام صوبہ ننگرہار میں سرعام داعش گروپ کو مسلح کرتے ہیں۔ ان کی نقل و حمل میں تعاون کرتے ہیں۔ امریکی ہیلی کاپٹر ان کی نقل و حمل میں کام کرتے مصروف دیکھے گئے ہیں۔ اسی طرح یہ معلومات بھی سامنے آئی ہیں کہ کابل انتظامیہ کے ادارے "نیشنل سیکورٹی" کو داعش گروپ کو مسلح کرنے اور انھیں تربیت دینے کی ذمہ داری باقاعدہ طور پر سونپی گئی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے زخمیوں کا علاج بھی سرکاری فوجی ہسپتالوں میں کیا جاتا ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ امریکا انسانیت اور خصوصاً مسلمانوں کا وہ ابدی دشمن ہے، جس کے خمیر ہی میں جنگ، فسادات اور دیگر اقوام کے حقوق غصب کرنا شامل ہے۔ اپنے منافع کے لیے مظلوم لوگوں پر بمباری سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ لاکھوں انسانوں کو استعماری مقاصد کی تکمیل کے لیے موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا ہے۔

گزشتہ 15 سالوں کے دوران صرف افغانستان میں امریکیوں کے مظالم کا جائزہ لیا جائے کہ کن بہانوں اور نعروں کے نام پر افغانستان کے مظلوم عوام کو ستم و جبر کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ سب کو امریکیوں کا حقیقی چہرہ نظر آجائے گا کہ کس مقصد کے لیے افغانستان آئے اور آئندہ کے لیے کیا کرنے جا رہا ہے؟ امریکا نے 2001 میں افغانستان پر اس بہانے سے جارحیت کی تھی کہ یہاں عالمی جہادی تنظیم القاعدہ کے خفیہ اور اہم ٹھکانے موجود ہیں۔ ساتھ ساتھ افغانستان کی تعمیر نو کی جائے گی۔ جب دیکھا کہ افغانستان پر حملے کے بعد القاعدہ عراق منتقل ہو گئی ہے تو کئی سالوں تک یہ بہانہ دہرایا گیا کہ اب بھی خطرہ موجود ہے کہ القاعدہ دوبارہ یہاں آجائے گا۔ اپنے کٹھ پتلی نوکروں کے ذریعے اس معاہدے پر دستخط کر دیے کہ اب وہ اپنے فوجی مزید یہاں نہیں رکھیں گے اور انھیں افغانستان سے نکال لیا جائے گا۔ محدود تعداد میں فوجی یہاں اڈوں میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ اب امریکی فوجی آمنے سامنے کی لڑائی میں بھی حصہ نہیں لیں گے، مگر مکار دشمن نے اپنے یہ وعدے بغیر کسی شرم و حیا کے پے درپے توڑ ڈالے۔ کبھی بہانہ یہ بتایا گیا کہ اگر امریکی فوج بڑی تعداد میں یہاں نہیں رہے گی تو امارت اسلامیہ کابل میں مقیم اس کے نوکروں کی نام نہاد جمہوری حکومت گرا دے گی۔ کبھی ایشیا میں روس کی مداخلت کا خطرہ بتایا جاتا کہ اگر امریکی فوج یہاں نہیں رہی تو ممکن ہے روس افغانستان میں مداخلت کرے۔ اور اب داعش کا خطرہ اتنا بڑا قرار دیا جا رہا ہے کہ 'اگر مزید امریکی فوجی افغانستان نہ جائیں تو داعش ننگرہار پر قبضہ کر لے گی۔'

جب کہ امریکا نے بے حد درندگی کے ساتھ انصاف و تہذیب کی علمبردار 'امارت اسلامیہ' کو سقوط سے دوچار کرنے کے لیے ہر طرح کی ٹیکنالوجی، فوج اور کئی کروڑ ڈالر خرچ کر دیے ہیں، مگر امارت اسلامیہ کو اپنے موقف سے ہٹایا اور کمزور نہیں کیا جا سکا۔ اگر امریکا اس کے بعد بھی یہ سوچتا ہے کہ داعش کو ہوا دے کر امارت اسلامیہ کے لیے مسائل پیدا کر سکتے ہیں تو یہ ان کی دوسری حماقت ہو گی۔

اس کے ساتھ ساتھ امریکا نے عجیب کھیل شروع کر رکھے ہیں۔ ایک جانب امارت اسلامیہ کے خلاف کابل کی غنڈہ ملیشیا، امریکی دہشت گردوں اور داعش کو مضبوط کیا جا رہا ہے، اور اسی معاملے کو مسئلہ بنا کر آئے روز امریکی فوج اور نئے کمانڈو افغانستان بھیجنے کے اعلانات ہو رہے ہیں، مگر دوسری طرف مذاکرات کا ڈھنڈورا بھی خاموش نہیں ہونے دیتے۔ اپنے کٹھ پتلی پڑوسی ممالک کو مذاکرات پر آمادہ کرنے کے لیے برائے نام اور ناممکن خاکے تھما دیے گئے ہیں۔ چند یک طرفہ اجلاسوں اور کانفرنسوں کے انعقاد کے بعد یہ سمجھا جا رہا ہے کہ اس طرح سے افغان عوام کو دھوکہ دے سکیں گے۔ گویا امریکا مذاکرات اور مصالحت کے لیے بہت شدت سے آمادہ اور تیار ہے۔ پڑوسی ممالک بھی امریکا کو یہ نہیں سمجھاتے کہ آپ کم از کم افغانستان سے اپنی جارحیت تو ختم کر لیں، اپنی فوج باہر نکالیں اور امارت اسلامیہ کا موقف سننے کو تیار تو ہو جائیں، پھر مذاکرات بھی ہوتے رہیں گے۔ جب مزید فوج بلائی جا رہی ہے اور جنگ کے لیے داعش کو مضبوط کر کے نئے محاذ اور میدان بنائے جا رہے ہیں تو اس صورت میں مذاکرات کی کیا اہمیت اور حیثیت رہ جائے گی؟ امریکا کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک افغانستان میں ان کا ناپاک وجود رہے گا اور وہ مسلمانوں کی حرمت، خون اور مال کو پامال کرتے رہیں گے، ممکن ہی نہیں کہ امریکا کو انصاف پسند اہل اسلام کے ساتھ مذاکرات کرنے میں کامیابی نصیب ہو جائے!

امریکا کے مقامی غنڈوں کی ہلاکتیں

جمال درزی

امارت اسلامیہ کے میڈیا پر جاری ہونے والی خبر میں بتایا گیا ہے کہ امارت اسلامیہ کی فوج نے 9 مارچ 2016 کو بدھ کے دن افغانستان کے مقامی وقت کے مطابق صبح چھ بجے کے لگ بھگ ایک بھاری اور جان لیوا حملہ کیا تھا۔ ہلکے و بھاری ہتھیاروں اور دستی بموں سے ضلع گریشک میں کیا جانے والا یہ حملہ امریکا کے نوکر اشرف غنی کی محافظ پولیس کے ہیڈکوارٹر، ضلعی مرکز، انٹیلی جنس سروس ڈائریکٹوریٹ اور آس پاس کی دیگر اہم سرکاری تنصیبات پر کیا گیا تھا۔ بتایا گیا ہے کہ مذکورہ حملہ طول پکڑتے ہوئے جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب رات گیارہ بجے تک شدت سے جاری رہا۔

کہا جا رہا ہے اس فدائی معرکے نے دشمن کو شدید گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا اور اسے امریکا کے مفاد کی خاطر سونپی گئی ذمہ داریوں کی پروا کے بجائے اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اسی گھبراہٹ کی وجہ سے اشرف غنی کے اہل کاروں کو کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ وہ اپنی جان بچا سکیں یا پھر ڈٹ کر امارت اسلامیہ کے فدائی فوجیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ یہی وجہ رہی تھی کہ اشرف غنی کے 31 غنڈے ہلاک، جب کہ 37 زخمی ہو گئے۔ علاوہ ازیں تین فوجی بکتر بند ٹینک بھی تباہ ہوئے ہیں اور حملے کی زد میں آنے والی تنصیبات کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔

ایک دوسری خبر کے مطابق امارت اسلامیہ کی فوج نے اسی دن صوبہ ننگرہار کے ضلع 'مہمند درہ' کے علاقے 'غوڑکی' میں اشرف غنی کے اہل کاروں پر جوابی حملہ کیا، جو تقریباً سات گھنٹوں تک جاری رہا۔ جس میں 5 دہشت گرد ہلاک، جب کہ 11 زخمی ہو گئے۔ اور مجاہدین نے 2 شدت پسندوں کو گرفتار کر لیا۔ امارت اسلامیہ کی فوج نے اس جوابی حملے میں دو کلاشنکوف اور اس کے علاوہ بہت سا فوجی نوعیت کا جنگی ساز و سامان بھی بطور غنیمت حاصل کر لیا ہے۔

اسی طرح صوبہ تخار سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مجاہدین نے ضلع درقد میں دہشت گردوں کے مقامی سربراہ اشرف غنی کے گشت پر مامور اہل کاروں کو اپنے حملے کی زد میں لے لیا جس کے نتیجے میں 12 ہلاک، جب کہ 9 زخمی ہو گئے اور باقی بچ جانے والے اہل کاروں نے فرار کا راستہ اختیار کرنے میں ہی اپنی جان کی امان سمجھی اور وہاں سے دم دبا کر بھاگ لیے۔ اس طرح صوبہ کاپیسا میں بھی مجاہدین کے ایک حملے کے نتیجے میں 4 دہشت گرد ہلاک، جب کہ 3 زخمی ہو گئے۔

ان چار کے علاوہ ایک پانچویں خبر کے مطابق ہلاک ہونے والے کل 53 اور زخمی ہونے والے 62 افراد ہیں۔ واضح رہے اشرف غنی کے غنڈوں کی ایک دن میں ہلاکتوں کی یہ تعداد کم از کم ہے۔ جب کہ کسی دن یہ تعداد 90 سے 100 تک بھی جا پہنچتی ہے۔ کسی بھی فوج کے اتنی بڑی تعداد میں ہلاک ہونے کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ مذکورہ فوج معروف معنوں میں جنگی تربیت کے فقدان کی شکار ہے۔ اور اگر اس طرح کی بھاری تعداد میں ہونے والی ہلاکتوں کا سلسلہ طول پکڑ جائے تو اس کا دوسرا مطلب یہ بھی لیا جاتا ہے کہ یہ فوج بغیر کسی مقصد کے اپنی جانوں کو میدانِ جنگ کی بھٹی میں جھونک رہی ہے۔ یعنی اس فوج کے پاس ایسا کوئی مضبوط نظریہ اور آہنی فکر نہیں ہے، جو اسے اپنے دشمن کے سامنے ڈٹ جانے اور نازک لمحوں میں آخری دم تک لڑنے پر آمادہ کر سکے۔ دوسری طرف جنگ کے میدان سے بھاگ جانے والے 'اشرفی غنڈوں' کی تعداد تو امریکی نوکروں کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے، سیاسی ماہرین کہہ رہے ہیں کہ 'ایسے داغ شرم سے عاری لوگوں کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے۔'

اشرف غنی کے جنگجو اہل کاروں کے حوالے سے مذکورہ وضاحت اس نقطۂ نظر سے تو درست ہو سکتی ہے کہ اگر وہ واقعتاً "ایک فوج" ہی ہے۔ اگر امریکا کے خرچے پر پیدا ہونے والے اس شدت پرست گروہ کی آج تک کی کارکردگی کو سرسری نظر سے بھی دیکھا جائے تو یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ منتشر خیال افراد کا یہ وہ ٹولہ ہے، جو ایک معروف پہیلی کے مطابق 'بجلی کے تاروں پر کپڑا مارنے کی تنخواہ حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔'

اس سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ امریکا کے ڈالروں پر نظریں جمائے ہوئے ہیں اور انہیں اپنی ثقافت، تہذیب، دین داری اور روایات سمیت ضمیر کی آواز پر کان دھرنے کی تربیت نہیں دی گئی یا ان لوگوں نے ایسی کوئی اصلاح قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اشرف غنی کے آوارہ فکر جنگجو اور امارت اسلامیہ کے مہذب فوجی اگرچہ ایک ہی جغرافیائی خطے کے رہنے والے ہیں، لیکن اشرف غنی کے 'کمانڈوز' امارت اسلامیہ کے فوجیوں کے سامنے اس لیے نہیں ڈٹ سکتے کہ ان کے پاس جنگ کے لیے مطلوب 'فکری پختگی' دستیاب نہیں ہے اور نتیجتاً حقیر رقم کی خاطر اپنی قیمتی جان تک گنوا دیتے ہیں۔

امریکی جرائم اور رواں جہاد

امریکی صلیبی جارحیت کے آغاز میں ہمارے ہزاروں مسلمان مجاہدین اور عوام شہید ہوگئے۔ ہزاروں زخمی اور دائمی معذور ہوئے۔ جب کہ لاکھوں افراد کو ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ عوامی آبادی اور دینی و عصری اداروں پر کارپٹ بمباری کی۔ ظلم وستم کی ایک ہے، جو آج بھی جاری ہے۔ افغانستان کی آزادی کا نعرہ لگانے والے دین پسند شہریوں کو اندرون اور بیرون ملک گمنام عقوبت خانوں میں محبوس رکھا۔ ہمارا جرم صرف یہ ہے کہ ہم دینی جذبہ رکھتے ہیں اور افغانستان پر صلیبی جارحیت کو برداشت نہیں کرتے۔ افغان تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس قوم نے کسی بھی کافر کو افغانستان پر قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ افغانستان میں صلیبی اتحادیوں کے مظالم ناقابل فراموش ہیں۔ صرف افغانستان پر ہی نہیں، پوری دنیا صلیبی مظالم کی شکار ہے۔ 1889ء میں صلیبی استعماری قوتوں نے فلپائن اور کیوبا پر اس لیے جارحیت کی، تاکہ ان علاقوں کو بھی امریکا کی کالونی بنالیا جائے۔ 1900ء میں اس جارحیت پسند نے چین پر حملہ کیا، 1903ء میں پاناما پر چڑھائی کی۔ 1906ء میں ایک مرتبہ پھر کیوبا پر حملہ کیا۔ 1909ء میں نکاراگوا پر حملہ کیا۔ 1817ء میں یورپی جنگ میں حصہ لیا۔ 1945ء میں جاپانی شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی ہتھیار استعمال کرکے تین لاکھ افراد کی جان لے لی، جس سے اب بھی ان شہروں میں معذور بچے پیدا ہوتے ہیں۔ 1958ء انڈونیشیا پر چڑھ دوڑے۔ 1961ء میں ویت نام پر حملہ کیا، جہاں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ جنگ 1983 تک جاری رہی، جس کے نتیجے میں تین ملین ویت نامی، جب کہ پچاس ہزار امریکی فوجی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور امریکا کو شکست کھا کر بھاگنا پڑا۔ 1983ء میں گرناڈا کے جزیرے پر قبضہ کیا۔ 1986ء میں لیبیا پر حملہ کیا۔ 1991ء کو عراق پر پہلا حملہ کیا۔ 1997ء میں افغانستان کے صوبہ خوست اور سوڈان کی ایک میڈیسن کمپنی پر میزائل داغے۔ 2003ء میں ایک مرتبہ پھر عراق پر اقوام متحدہ اور پوری دنیا کی مخالفت کے باوجود حملہ کیا۔ امریکا نے عراق پر حملے میں کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال سے دریغ نہیں کیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو شہید، جب کہ ہزاروں افراد بھوک اور فاقوں کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے گئے۔

امریکا نے پوری دنیا میں فوجی اڈے بنائے۔ جراثیمی ہتھیار استعمال کیے۔ دوسرے ممالک کو ایٹمی ہتھیار فروخت کیے۔ بارہ ملین انسانوں کا قتل عام کیا۔ اس وقت پوری دنیا میں اٹھائیس ہزار ایٹمی ہتھیار موجود ہیں، جن میں سے امریکا کے پاس دس ہزار چار سو پچپن ایٹمی ہتھیار موجود ہیں۔ باقی سترہ ہزار پانچ سو پینتالیس دنیا کے دوسرے جارحیت پسند ممالک روس، فرانس، چین، اسرائیل اور ہندوستان سمیت کچھ اور دہشت گرد ٹولوں کے پاس بھی ہیں۔ امریکا کے چودہ سو پچپن ایٹمی ہتھیاروں میں سے سات ہزار ایٹمی ہتھیار وار ہیڈ پر ہیں۔ یعنی فائر کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں۔ دنیا میں دہشت گرد تنظیمیں اور اجرتی قاتلوں کے گروہ امریکی انٹیلی جنس ادارے سی، آئی، اے کی کارستانیاں ہیں۔ 1965ء کے بعد دنیا میں جتنی دہشت گرد تنظیمیں بنی ہیں یا بن رہی ہیں، ان میں سے اکثر سی، آئی، اے کی بنائی ہوئی ہیں۔ دنیا میں سیاسی قتل کے اکثر واقعات میں بھی اجرتی قاتل تنظیمیں ملوث ہیں۔ ان تنظیموں کی تعداد درجنوں میں ہے۔ بین الاقوامی تحقیقاتی اداروں نے ایک رپورٹ میں لکھا ہے: "امریکا نے 1947ء سے 1987 تک اسی لاکھ انسانوں کا قتل عام کیا ہے۔ یہ انسانیت دشمن سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ امریکا اپنی دہشت گردانہ کارروائیاں زیادہ تر تیسری دنیا کے اسلامی ممالک میں سرانجام دے رہا ہے۔ امریکا صرف جنگی میدان میں انسانی قتل عام میں ملوث نہیں، بلکہ اپنے بدنام زمانہ عقوبت خانوں میں قیدیوں پر مختلف قسم کے ظالمانہ تشدد کے ذریعے بھی قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ جیلوں میں قیدیوں ساتھ انتہائی ناروا سلوک ہوتا ہے۔ اس قسم کی تذلیل سے تنگ آکر کئی قیدی اپنے ہاتھوں زندگی کا خاتمہ کر لیتے ہیں، تاکہ اس ذلت سے نجات حاصل کرسکیں۔

بہت سے قیدی ان کی تشدد سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ جس کی واضح مثال افغانستان کے بدنام زمانہ باگرام جیل میں پچیس قیدیوں کی شہادت ہے۔ افغانستان پر جارحیت اور یہاں بے شمار مظالم امریکی جرائم کی ایک کڑی ہیں۔ افغانستان میں امریکی بمباری میں اٹھارہ ہزار عمر رسیدہ بزرگ اور بچے، انیس ہزار خواتین، جب کہ اکیس ہزار نوجوان شہید ہوئے ہیں۔ افغانستان پر جارحیت کے پہلے ہفتے امریکی طیاروں نے نوسو چالیس بم پھینکے تھے، جن میں سب سے بڑا بم 19 اکتوبر کو قندھار کے ضلع میوند پر گرایا گیا، جس کا وزن پانچ ہزار پونڈ تھا اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے۔ دنیا کے تمام نشریاتی اداروں نے 2005ء میں رپورٹ دی کہ امریکا افغانستان میں مجاہدین کے خلاف نائٹروجن اور زہریلے کیمیائی ہتھیار استعمال کر رہا ہے، جس کے نتیجے میں نہ صرف انسانی نسل کشی ہو رہی ہے، بلکہ فصلیں، جنگلات اور جانور بھی نقصان سے دوچار ہیں۔ بالکل یہی صورت حال عراق کی بھی ہے۔ دنیا کی تمام اقوام نے دیکھا کہ حقیقت میں امن، آزادی اور انسان دوستی کے نعرے صرف دھوکہ ہیں، یہی وجہ ہے اسلام کے نام لیوا کچھ ممالک بھی اس صلیبی اتحاد میں شامل ہوگئے۔ دنیا میں انسانی حقوق کی بین الاقوامی اور مشہور تنظیم "Asociation of responsible descendents" نے 2005ء میں اپنے سروے میں لکھا: "پوری دنیا میں جارح افواج میں بڑے پیمانے پر انسانی قتل عام میں سرفہرست اور سب سے زیادہ بے رحم فوج امریکا کی ہے، جس نے دنیا کے امن کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ امریکی فوج اور سی، آئی، اے ابھی تک عراق اور افغانستان میں انسانی قتل عام جاری رکھے ہوئے ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالا ہے، اور وہ ان کا سختی سے دفاع کر رہے ہیں۔ اس لیے کچھ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جو مسلمان کفار کے ساتھ کھڑے ہیں اور ان کا دفاع کر رہے ہیں ان کو قتل کرنا جائز نہیں اور نہ امریکا کو ایک جارحیت پسند دشمن کی نظر سے دیکھتے ہیں، بلکہ انہیں اپنا دوست اور ترقی کا ضامن سمجھتے ہیں۔ (**والی اللہ المشتکی من سوء حالهم**) عالم اسلام اس پہلو کا بغور جائزہ لے کہ جو جنگ عالمی صلیبیوں نے امریکا کی رہنمائی میں شروع کی ہے، یہ کس ہدف کے لیے ہے؟ اس جنگ سے انسانیت کو کون سی خوشی نصیب ہوئی ہے؟ دنیا کی انصاف پسند اقوام اس بات کی شاہد ہیں، جن بہانوں کے تحت وہ اسلامی ممالک پر چڑھ دوڑے ہیں، وہ سب جھوٹ اور فریب ہیں۔ عالمی صلیبیوں کی جارحیت کا مقصد اسلامی ممالک کی معدنیات پر قبضہ، مسلمانوں کے اتحاد کا خاتمہ اور پوری دنیا پر اپنی حکمرانی کے جھنڈے گاڑنا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے ہمنوا چشم پوشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اس لیے باطل کو حق تسلیم کر رہے ہیں۔ افغانستان میں امریکی افواج جو مظالم ڈھا رہی ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ کافروں کا ساتھ دینے والوں کے بارے میں علماء نے لکھا ہے: "اگر کفار مسلمان بچوں کو ڈھال بنا لیں تو ان کو مارنے میں کوئی گناہ نہیں، تاکہ جہاد کا ضروری اور فوری فرض ادا کیا جائے۔ لیکن نیت کافر کے مارنے کی ہو، جو مسلمان اس میں مارے جائیں نہ اس کی دیت ہے اور نہ کفارہ ہے۔"

امام سرخسی نے مبسوط میں لکھا ہے: "اگر کفار مسلمان بچوں کو ڈھال بنالیں اور مجاہدین کو یہ معلوم ہو کہ ان کے حملے میں مسلمان مارے جائیں گے تو بھی مجاہدین گناہ گار نہیں ہوں گے، کیوں کہ جہاد فرض عین ہے۔ اگر اس وجہ سے ہم جنگ چھوڑ دیں تو جہاد ختم ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کیوں کہ ان کے اس عمل سے مسلمان انہیں نشانہ نہ بنائیں تو کفار میں جرأت پیدا ہو جائے گی اور وہ الٹا مجاہدین پر حملہ کرکے انہیں نقصان پہنچائیں گے۔ اس لیے اس نقصان کا دفاع کیا جائے گا، لیکن ایک بات ذہن نشین رہے کہ مارنے والے کی نیت صرف کافر کے مارنے کی ہو۔"

علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں لکھا ہے: "ہم کفار کے ساتھ لڑتے رہیں گے اور ان پر حملے کرتے رہیں گے۔ اگرچہ وہ مسلمانوں کو بطور ڈھال کیوں نہ استعمال کرتے ہوں، لیکن ہم نیت کافر کے مارنے کی کریں گے نہ کہ مسلمان کی، کیوں کہ ہمیں جہاد کا حکم دیا گیا اور انہیں نہ مارنے سے جہاد کا باب بند ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جنگ کے دوران کفار کی قید میں مسلمان قیدیوں کو مارنا جائز ہے۔ دوسری جانب وہ مسلمان جو اپنی تمام تر توانائیاں کفار کے دفاع میں صرف کر رہے ہوں اور ان کے شانہ بہ شانہ مجاہدین کے خلاف لڑ رہے ہوں، ان کو مارنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے صلیبی جارحیت پسندوں کی حمایت اور مدد سے تائب ہوں۔ اپنی بقیہ زندگی اسلام کے مبارک احکام کی روشنی میں گزاریں۔ کفار سے برملا دشمنی کا اعلان کریں، تاکہ شکست خوردہ دشمن جنگ کے میدان میں مزید رسوائی کا شکار ہو جائے۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو ڈھال کے طور پر استعمال نہ کریں۔ افغان عوام کو چاہیے اپنی سابقہ تاریخ دہراتے ہوئے صلیبی جارحیت پسندوں کو بھی ایسی عبرت ناک شکست دیں، جو ان سے قبل دوسرے جارحیت پسند روس اور انگریز کو دی تھی۔ اس وحشی خونخوار سے افغانستان کی آزادی کا واحد راستہ صرف جہاد ہے۔

امریکا افغانستان میں ایڈز کا ذمہ دار

ایڈز وہ مہلک بیماری ہے، جو ہر سال کئی ہزار لوگوں کی جان لیتی ہے۔ عالمی تنظیم صحت کے مطابق دنیا میں روزانہ تین ہزار تین سو افراد ایڈز کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ یعنی ایڈز ہر منٹ میں ایک شخص کی جان لے رہا ہے، مگر خوش قسمتی سے اسلامی دنیا اس بیماری سے کافی حد تک محفوظ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی دنیا میں مغرب جیسی بے روک آزادی اور فحاشی نہیں ہے۔ تجزیہ کاروں کے مطابق ایڈز کی وجوہات میں سے 'منشیات کی تیاری، غیر محفوظ آپریشن اور سب سے بڑھ کر ناجائز جنسی تعلقات اور اخلاقی فساد ہے۔'

جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کی افغانستان آمد کے ساتھ ہی امن وامان، سیاست، ثقافت، معیشت، صنعت اور سماجی واخلاقی بہت سی برائیاں آئی ہیں۔ مثلاً: بی باون اور ایف 16 طیاروں، کروز میزائل اور عام بموں سے یہاں کے بچوں، بوڑھوں اور خواتین کو شہید کیا گیا۔ گاؤں، فصلیں اور سرسبز باغات کو بموں اور بلڈوزروں سے برباد کر دیا گیا۔ اندرونِ افغانستان اور باہر جیلوں کو افغان عوام کے مختلف طبقات بوڑھوں، بچوں اور نوجوانوں سے بھر دیا گیا۔ اخلاقی فساد کو بڑھاوا دیا اور تہذیبی تنزل کو بتدریج نازل کرنے کے لیے مختلف ناموں سے کئی تنظیمیں بنائی گئیں۔ اشرف غنی نامی امریکی نوکر کی کرپشن انتہائی عروج کی حد کو چھو رہی ہے۔ یہاں تک کہ افغانستان عالمی سطح پر کرپشن میں پہلے اور دوسرے پر نمبر پر آگیا۔ قومی اور لسانی تعصب کا بیج بویا گیا۔ غیروں کی آلہ کار قوتوں کو اس مقصد کی خاطر استعمال کیا گیا کہ افغان عوام کے درمیان نفرت اور تعصب کو پھیلایا جائے۔ کئی بار مسلمانوں کی مقدس کتاب 'قرآن کریم' کی بے حرمتی کی گئی اور اسلامی اقدار اور شعائر کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا گیا۔ افغان ثقافت کی تحریف کی گئی اور مخلوط وعریاں ثقافت کے لیے سوشل سوسائٹی اور ثقافت کے نام سے گمراہ کن این جی اوز بنائی گئیں، جنہوں نے افغان عوام، خصوصاً نوجوان نسل کی ذہنی صلاحیتوں کو شدید نقصان سے دوچار کر دیا ہے۔ تاریخ کو مسخ کرنے کی کوششیں ازحد گرم ہیں۔ منشیات: ہیروئن، چرس، شراب اور افیون کو رواج دیا گیا ہے۔ اس کی خرید وفروخت کی مارکیٹیں کھول دی گئی ہیں۔ یعنی بے حیائی کا ہیبت ناک 'جرثومہ' ایڈز بھی افغانستان کی پاک مٹی میں اتار دیا گیا۔

حالیہ رپورٹوں کے مطابق اس وقت افغانستان میں 9 ہزار افراد ایڈز کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں افراد میں 'H-I-V' وائرس کے ثبوت ملے ہیں۔ افسوس کہ یہ افغان عوام کے لیے انتہائی بُری خبر ہے۔ اشرف غنی کے غیر مقبول جمہوری نظام کی 'وزارت صحت' کے مطابق ایچ آئی وی بیماری میں مبتلا افراد میں سے 8 ہزار 7 سو اکتالیس افراد رجسٹرڈ ہو چکے ہیں۔ اس بیماری میں مبتلا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جو شرم کے باعث خود کو رجسٹرڈ نہیں کروانا چاہتے۔ افغانستان میں امریکی جارحیت سے قبل لوگ یہاں ایڈز کے نام سے بھی ناواقف تھے، مگر امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد افغانستان میں مذکورہ بالا تمام کی تمام خرابیاں عام ہوگئی ہیں۔ ان میں سے ایک ایڈز کی شرمناک اور تباہ کن بیماری بھی ہے۔

کیمبل کے مطالبات اور طالبان کا جواب

محمد امین بسمل

افغانستان میں نیٹو فورسز کے سربراہ جان کیمبل نے کہا ہے کہ "طالبان کے پاس ہتھیار ڈالنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں"۔

قسیم فہیم بھی یہی خواب لے کر منوں مٹی تلے دفن ہوئے اور کیمبل بھی ایک دن مٹی میں مل جائے گا ان شاء اللہ۔ قسیم فہیم بھی اسی قسم کے بیانات دیتا رہا کہ طالبان افغانستان کے اساسی قانون کا احترام کریں اور اس قانون کے تحت افغانستان میں امن وامان کی بحالی کیلئے ہتھیار ڈال دیں۔

اس امریکی کمانڈر نے نیٹو کے ساتھ سیکیورٹی معاہدے اور فوجیوں کے قیام میں توسیع معاہدوں کی اجازت دینے والے ایک کمیشن کے پہلے اجلاس میں کہا کہ "طالبان ہتھیار ڈال کر امن مشن میں شامل ہو جائیں اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں۔

کیمبل نے افغان کٹھ پتلی فوج کی بنیاد، ان کی ٹریننگ اور مالی امداد کو اپنی کوششوں کا نتیجہ قرار دیا اور کہا کہ اگر ہم اور ہمارے معاہدے نہ ہوتے تو افغان فوج کا وجود بھی نہ ہوتا۔

سب سے پہلے کند ذہن کیمبل سن لے کہ تمہارے چار فریقی اجلاس کے بارے میں کابل سے ہمسایہ ممالک تک بھاگ دوڑ، کیا امن وامان کیلئے ہے یا اپنے مذموم مقاصد کے حصول کیلئے؟ اگر یہ کوششیں امن کیلئے ہیں تو پھر مخالف گروہ سے ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کس لئے؟ یعنی اگر کوئی ہتھیار ڈال دے تو پھر اس سے مذاکرات نہیں کیے جاتے، اگر آپ کے اقدامات بھی امن کیلئے سنجیدہ نہیں تو پھر چار فریقی اجلاس کے نام سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش نہ کرو۔

واضح بات ہے کہ آپ کے وحشی افواج اس خطے کے لوٹ مار اور جارحیت کیلئے یہاں آئے ہیں اور کبھی بھی امن نہیں چاہتے اگر واقعی یہ لوگ امن چاہتے تو طالبان کے سامنے ایسی نامعقول شرائط کبھی نہ رکھتے۔ سب سے نامعقول اور مضحکہ خیز شرط یہ ہے کہ طالبان افغانستان کے جمہوری قانون تلے اس ملک میں امن کیلئے جدوجہد کریں، وہی جمہوری نظام جو آپ لوگوں نے ٹینکوں اور طیاروں کے ذریعے پہلے افغان قوم پر مسلط کیا اور پھر اپنے ہاتھوں اس قانون کی دھجیاں اڑادیں، اپنے بدبودار جمہوری نظام کو خود ہی پاؤں تلے روند ڈالا ہمارے افغان قوم کے ووٹوں کا مذاق اڑایا گیا اور کٹھ پتلی "ڈبل" عبداللہ کو پاگل منگر کے ساتھ ایک ہی عہدے کیلئے منتخب کیا، اب کس منہ سے طالبان سے یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ بھی اس نظام کے تحت افغان امن عمل میں شامل ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ لوگوں نے افغان فوج کے نام پر اقلیتی وطن فروشوں اور غداروں کے مسلح گروہوں کو ٹریننگ اور ان کی حفاظت کی وہ تاکہ آپ کی افواج اپنی جارحیت اور افغانستان میں قیام کو وسعت دیں افغان عوام کو انہی کے ہاتھوں قتل کروانا آپ کی اس پالیسی کا اہم حصہ ہے۔

اس ڈرپوک جنرل نے طالبان پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ طالبان افغانوں کے قتل عام میں ملوث ہیں اور خواتین کے حقوق اور تعلیم کے خلاف ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس جنرل کا خواتین کے حقوق اور تعلیم سے کیا تعلق؟

افسوس کی بات یہ ہے کہ مذکورہ جنرل کے اتحادی وحشی لشکروں نے پندرہ سال کے دوران افغانوں کا جو خون بہایا وہ بھی طالبان کے کھاتے میں ڈال دیا۔ دوسری جانب وہائٹ ہاؤس کے ترجمان نے اپنے کئی بیانات میں طالبان کو اپنا دشمن قرار نہیں دیا لیکن کیمبل نے طالبان کو اپنا دشمن قرار دیا۔ اب جان کیمبل اس دشمن کے سامنے ڈٹ کر دکھائے۔

ہمارے ملک کی آزادی اور اس خطے کا امن سرفروش طالبان سے وابستہ ہے۔ طالبان کو چاہئے کہ جس طرح میں نے اپنی سابقہ تحریروں میں آپ سے گزارش کی تھی کہ سب سے پہلے ان علاقوں سے اپنے رہنماؤں اور خاندانوں کو ایسے علاقوں سے جہاں دشمن مسلط ہے کسی محفوظ مقام پر منتقل کریں۔ طالبان اس موقع سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ وہی مظلوم افغانوں کی امیدوں کا محور ہیں۔ قدم بڑھائیں عوام تو ویسے ہی طالبان کے حامی ہیں، اس خطے کے بڑوں کو سیاسی طریقے سے اپنا ساتھی بناؤ کیونکہ اب امریکا نے ان کی راہ میں بڑی رکاوٹیں ڈالی ہیں بس یہی وقت ہے معاملات طے کرنے کا تاکہ جارحیت پسند جلد از جلد ہماری سرزمین سے بھاگنے پر مجبور ہو جائیں۔

طالبان کو چاہئے کہ خطے کے طاقتور ممالک سے فوجی امداد کے طور پر جدید طیارہ شکن میزائل حاصل کریں اور جان کیمبل کے مطالبات کا جواب ان کے فوجی لاشوں سے دیں پھر وہ سمجھ جائیں گے کہ "طالبان اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے سرنڈر نہیں ہوتے"

جنگی حکمت عملی کی تجدید کی ضرورت

عبداللہ ساقر

تاریخ کے ساتھ جنگ کی بھی شکل و صورت اور خصوصیات تبدیل ہو گئی ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی میں انسانی تاریخ کچھ ایسی ناقابل یقین تبدیلی سے گزری ہے، جہاں افغان سرزمین پر ایمان اور مادیت کی ایک بڑی جنگ ہوئی ہے۔ اس جنگ میں مجاہدین نے مختلف سادہ جنگی حربوں اور نہایت کم اسباب سے سویت یونین جیسی مضبوط طاقت کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کیا۔ تاریخ کے اس باب نے روایتی جنگ (Conventional Warfare) کا خاتمہ کر دیا۔ جب کہ چوتھی جنگ (Symmetric Warfare) کو ایک نئی شکل دی۔ اس جنگ اور اس کے حیران کن نتائج نے فوجی کمانڈروں کو اپنے منصوبوں پر نظر ثانی پر مجبور کیا، جو انہوں نے مسلم ممالک پر دائمی حکومت کرنے اور انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹنے کے لیے بنائے تھے۔ کیوں کہ یہ افغان جہاد کی وہ برکت تھی، جس نے پوری امت مسلمہ میں ایک نئی روح پھونکی ہے۔ ان قربانیوں نے اسلامی دنیا کو خواب خرگوش سے جگایا اور ہر جگہ نظام اسلام کے نفاذ کی آواز بلند ہوئی۔ لوگوں نے اس امر کا عملی مشاہدہ کیا کہ ایک بڑی جابر قوت کو شکست دی جا سکتی ہے۔ البتہ اس کام کے لیے ضروری ہے کہ اس معاملے پر نظر ثانی کی جائے کہ مجاہدین کو ہر وقت اور وافر مقدار میں اسلحے کی فراہمی جاری رہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی امریکا نے اپنے مغربی اتحادیوں کی مدد سے ان تنظیموں اور حکومتوں کے خلاف جنگ کا آغاز کیا، جو احیائے اسلام کی حامی تھیں۔ یہ جنگ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد و نصرت سے بہت جلد ان ظالموں کے لیے ایک ایسے پھندے کی صورت اختیار کر گئی، جس سے وہ جتنا نکلنے کے لیے زور لگاتے ہیں، اتنا ہی اس میں مزید پھنس جاتے ہیں۔ اس دام سے نکلنے کے لیے امریکی کمانڈروں نے نئی اسٹریٹیجی (COIN) یا (Counterinsurgency) متعارف کرائی ہے، جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جہادی قوتوں کو عوام میں کام نہ کرنے دیا جائے۔ یہ اسٹریٹیجی، جسے ہم قومی ملیشیا کے نام سے جانتے ہیں، بڑی حد تک کامیاب ہوئی۔ جس نے عراق کے مجاہدین کو شہروں اور دیہاتوں سے صحرا کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ لیکن یہ منصوبہ جس میں قبائلی رہنماؤں کو پیسوں کے ذریعے خریدا جاتا ہے، بہت جلد ناکام ہو گیا۔ کیوں کہ "COIN" اسٹریٹیجی اس لیے نہیں بنی تھی کہ لوگوں کی بنیادی مشکلات کو، جس کی وجہ سے وہ ان کے آلہ کار بننے کے لیے تیار ہوئے تھے، سمجھنے میں ناکام ہوئے اور بڑے عرصے تک ان کو پیسہ فراہم کرنے میں ناکام رہے۔ تقریباً جب ایک عشرے کے بعد عرب دنیا میں انقلاب کا آغاز ہوا تو اسلامی قوتوں کو ایک مرتبہ پھر فرصت ملی کہ عوام میں اپنی پوزیشن مضبوط کر لیں۔ علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم رکھیں۔ ان تحریکوں نے امریکا کو ایک مرتبہ پھر اپنی جنگی اسٹریٹیجی پر غور کرنے پر مجبور کیا۔ چوں کہ اب امریکا اس قابل نہیں کہ ایک مرتبہ پھر ترقی کے نام پر متعارف جنگی منصوبوں کو آگے بڑھائے، اس لیے امریکا اور اس کے اتحادی ممالک نے روس اور ایران جیسی طاقتوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ انہیں مقامی ایجنٹ بنا کر اپنی فوج کے ساتھ ملا لیا ہے، تاکہ وہ ان کی رہنمائی کریں اور زمینی و فضائی کارروائیوں کی مدد سے اپنے ہدف "سنی اسلامی تنظیموں" کو نشانہ بنا سکیں۔

چونکہ نسلی جنگ لڑنے کے لیے دشمن کو ہمارے گھروں میں ایک سیکولر مزاج نسل کو تربیت دینے کی ضرورت ہے، اس لیے اسلامی تحریکوں کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے جنگی منصوبوں میں تبدیلی لائیں، تاکہ دشمن کے اس نئے حربے کا بھی مکمل طور قلع قمع کیا جا سکے۔ دشمن کی نئی اسٹریٹیجی کے پیچھے چھپا اصل ہدف یہ ہے کہ بین الاقوامی پابندیوں، غذائی اجناس کے مصنوعی قحط، عوامی مفادات کی تعمیرات کی تباہی اور مسلسل بمباری کے ذریعے احیائے اسلام کے متوالوں کا اس طرح راستہ روکے کہ عوام ان سے بے زار ہو کر ان کے خلاف اقدامات پر مجبور ہو جائیں۔ اور مجاہدین کی سابق قیادت کے بعد آنے والی نسلیں جہاد کا راستہ چھوڑ دیں گے۔ کیوں کہ ان کے بقول جہاد تو ظاہراً تکالیف، بیماریوں اور علاقے کی تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا جہاد قیادت کی طرف سے اس مسئلے پر غور و فکر کیا جائے۔ اگر اسلامی تحریکیں کامیابی کی متلاشی ہیں تو انہیں چاہیے حکومت سازی کے لیے بہترین حکمت عملی اپنائیں، جس سے منزل تک جلد پہنچ سکیں۔ اور عوام سکھ کا سانس لے سکیں۔ لوگوں کو روزگار کے مواقع فراہم ہوں۔ غذائی اجناس اور دوسری ضرورت کی اشیاء کی ترسیل میں فراوانی اور اس پر کنٹرول رکھیں۔ سرمایہ کاروں سے روابط بڑھائے جائیں، تاکہ ان سرمایہ کاروں کا مالِ تجارت حکومتی ٹیکسز سے محفوظ رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مجاہدین کے زیر قبضہ علاقوں میں عوام کو مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں اس مسئلے پر بھی خصوصی توجہ دی جائے کہ ماہرین ملک چھوڑ کر باہر نہ جائیں۔ مجاہدین ترقی کی خاطر ماہر ڈاکٹرز اور انجینئرز کی ایک ٹیم بنائیں۔ یہ ٹیم ہمیشہ مجاہدین کے ساتھ رابطے میں رہے۔ اس اقدام سے عوام کے دلوں میں مجاہدین کی محبت میں مزید اضافہ ہو گا اور وہ اپنے علاقوں میں سرمایہ کاری شروع کریں گے، جس سے لوگوں کو روزگار کی سہولت ملے گی۔

اس سلسلے میں کوششیں تیز ہونی چاہئیں کہ جنگ کا کنٹرول مجاہدین کے ہاتھ میں آ جائے۔ جلد از جلد دفاع کی پوزیشن سے باہر آنا چاہیے۔ اس کے علاوہ مجاہدین اپنے علاقوں میں ہر ماہ مختلف عنوانات کے سیمینار کا انعقاد کریں، متعلقہ علاقوں میں اپنے نوجوانوں، بزرگوں اور بچوں کو اسلامی آئیڈیالوجی، جہاد اور مجاہدین سے محبت کا درس دیں، تاکہ وہ اس طویل صلیبی جنگ میں مجاہدین کا ساتھ دیں۔

مولوی عبد الہادی مجاہد

قابض مغربی قوتیں اور اسلامی ممالک کا نصاب سیکولر بنانا

نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کسی بھی ملک اور معاشرہ کا اہم حصہ ہوتا ہے۔ اسی سے اس ملک کی ترقی کو پرکھا جاسکتا ہے۔ سماجیات کی ساخت میں ان دو عناصر کا اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر نصاب تعلیم اور نظام تعلیم مغرب کے تعلیمی نظام کے زیر اثر ہو تو ظاہر ہے اس کے طلباء پر بھی مغربی طرز تعلیم کے اثرات مرتب ہوں گے۔ اگر نصاب تعلیم اسلامی ہو تو طلباء بھی اسلامی تعلیمات کے زیور سے آراستہ ہوں گے۔ مغربی ممالک جتنے مسلمانوں کے جہاد سے مرعوب ہیں، اتنے ہی اسلامی نظام تعلیم سے بھی خوف زدہ ہیں۔ یہی وجہ ہے جب بھی کوئی استعمار اسلامی ملک پر قابض ہوتا ہے تو سب سے پہلے نصاب تعلیم کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ طلباء کی ذہن سازی کر کے اپنے مفادات کے لیے استعمال کر سکے۔ تعلیم کے ذریعے قوموں کو غلام بنانے کا تجربہ ہندوستان میں لارڈ میکالے کا کامیاب تجربہ ثابت ہوا۔ اس نے ایک تقریر میں اشارہ دیا تھا کہ ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے، جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے انگلستانی ہوں۔

انگریز استعمار نے عرب دنیا پر اپنا تسلط جمانے کے لیے تعلیم کو ذریعہ بنایا۔ جب 1882 میں مصر پر انگریز استعمار نے قبضہ کیا تو انگلستان کی حکومت نے مصر کے انگریز حاکم 'لارڈ کرومر' کو پیش کش کی کہ مصر پر انگریزوں کا تسلط مضبوط کرنے کے لیے جس چیز کی بھی ضرورت ہو، برطانوی حکومت انہیں فراہم کرے گی اور ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرے گی۔ لارڈ کرومر نے برطانوی حکومت سے فوجی وسائل اور فوج کی مدد طلب کرنے کے بجائے تعلیم کے ماہرین بھیجنے کا مطالبہ کیا، جس کے جواب میں برطانوی حکومت نے کرسچن تعلیمی ادارے (لاہوت) کے فاضل مسیحی عالم ڈوگلاس ڈنلوپ کو بھیج دیا۔ ڈوگلاس ڈنلوپ نے مصر میں جو تعلیمی نظام اور نصاب تعلیم تشکیل دیا، اس کے ذریعے نہ صرف مصر کی معروف اسلامی درس گاہ جامعہ الازہر کے تعلیمی و معنوی اثر کا ازالہ کیا، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مصر کی نئی نسل کو ایسی تربیت دی، جس نے طلباء کو اسلام سے بے خبر اور انگریز کے وفادار بنا دیا۔

جب مصر کا تعلیمی نصاب سیکولرازم کے خطوط پر استوار ہوا تو اس کے بعد پوری عرب دنیا کے تعلیمی نصاب کو سیکولر بنا دیا گیا اور حکمران بھی مغربی مفادات کے محافظ بن گئے۔ یہ المیہ آج تک برقرار ہے۔ اس استعماری تعلیمی پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا کہ اسلامی ممالک میں جتنے کالجز، یونیورسٹیاں اور تعلیمی ادارے کھولے جاتے ہیں، اتنا ہی لوگ اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ معاشرہ اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو رہا ہے۔ حکمران آزادی کے بجائے غلامی کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی بقا کا راز غلامی میں مضمر ہے۔ اور جو لوگ آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، ان پر انتہا پسند، بنیاد پرست اور ترقی مخالف کے الزامات لگائے جاتے ہیں، جس کی سزا قید، تشدد اور پھانسی ہے۔

اسلامی ممالک کے تعلیمی نصاب سے اسلام کا تاثر ختم کرنے یا کم از کم اسے محدود کرنے کے لیے اقوام متحدہ نے کردار ادا کیا۔ 1977ء میں اقوام متحدہ کے تعلیمی سائنسی و ثقافتی ادارے 'یونیسکو' نے ایک ادارہ قائم کیا، جس نام "اسلام اور مغرب" رکھا گیا۔ اس ادارے کا سربراہ اقوام متحدہ میں سابق برطانوی سفیر 'لارڈ کاراڈون' کو مقرر کیا گیا۔ اس ادارے کے 35 ارکان میں سے دس مختلف اسلامی ممالک کے سیکولر نمائندے اور باقی اسرائیل اور مغربی ممالک کے ارکان ہیں۔ اس ادارے نے اسلام اور مغرب کے موضوع پر نصاب تعلیم کو تبدیل کر کے اسلامی مضامین کو نکال دیا۔ اس ادارے نے اسلامی ممالک کے لیے جو نصاب بنایا، اس میں اسلام کے حقیقی تصور کو پیش کرنے کے بجائے باطل نظریات قومیت، لسانیت، صوبائیت وغیرہ کو نصاب تعلیم کا حصہ بنایا گیا۔

مصر میں نصاب تعلیم کو تبدیل کرنے سے قبل تاریخ کے مضمون میں فرعون کی تاریخ کا واقعہ 75 صفحات پر مشتمل تھا، جب کہ نئے نصاب میں یہ واقعہ 317 صفحات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح سابق نصاب میں اسلامی تاریخ کا حصہ 207 صفحات پر مشتمل تھا جب کہ نئے نصاب میں اس کی تعداد کم کر کے 35 صفحات تک محدود کر دیا۔ یہ فارمولا تمام اسلامی ممالک میں آزمایا گیا۔ کیوں کہ جو ممالک اس فارمولے سے انکار کریں گے، یونیسکو تنظیم سے ان کی رکنیت ختم کر دی جائے گی اور ان کی اسناد مغربی دنیا میں ناقابل قبول ہوں گی۔ ان حقائق سے واضح ہوا کہ اسلامی دنیا میں نظام تعلیم مغرب کا سب سے خطرناک ذریعہ ہے۔ جب تک مغرب اپنی مرضی کے مطابق یہ ذریعہ استعمال کرے گا، نتائج بھی اس کی خواہشات کے مطابق برآمد ہوں گے۔ اسلامی دنیا میں مغرب کے لیے مغربی طرز تعلیم سے متعلق امریکا کی اہم پالیسی ساز شخصیت اور واشنگٹن میں اسٹریٹیجک مطالعتی انسٹیٹیوٹ کے سابق سربراہ 'رابرٹ سونکوف' نے اسلامی دنیا میں نظام تعلیم سے متعلق لکھا ہے:

"عرب اور اسلامی ممالک میں امریکی تعلیمی اداروں کا مقصد تعلیم کی ترقی نہیں، بلکہ عرب اور اسلامی معاشرے کو امریکی طرز معاشرہ میں بدلنے کے لیے امریکا کی اسٹریٹیجک جنگ کا خفیہ لشکر تشکیل دینا ہے۔"

'رابرٹ سوتکوف' کے خفیہ امریکی لشکر نے تمام اسلامی ممالک کو جنگ کے بغیر فتح کرلیا ہے۔ کیوں کہ اس تعلیمی نظام نے مسلمانوں کی نئی نسل سے اسلام کا حقیقی تصور چھپا دیا اور اس کی جگہ جس اسلام کا تصور پیش کیا، وہ دراصل اسلام نہیں ہے، بلکہ وہ مسخ شدہ اور تحریف شدہ مغرب کی مرضی سے بنا ہوا اسلام ہے۔ مغرب مسلمانوں کے نصاب تعلیم کو تبدیل کرنے میں بتدریج، لیکن موثر انداز میں کام کر رہا ہے۔ وہ منظم منصوبہ بندی کے ساتھ مسلمانوں کے نظام تعلیم اور نصاب کو تبدیل کرنے میں مصروف ہے۔ وہ روس کی طرح عجلت میں نہیں، بلکہ آہستہ آہستہ نظام تعلیم کو تبدیل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مغربی استعماری قوتوں نے یونیسکو اور مختلف این جی اوز کے توسط سے اسلامی ممالک کے نصاب تعلیم اور تعلیمی نظام میں واضح تبدیلی لائی، جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1۔ اسلامی ممالک کے نصاب تعلیم میں مغرب کی زبان اور ادب کو رائج کرنا اور پھر اس زبان کو تعلیم اور سیاست کے لیے لازمی قرار دینا اور اس کے ذریعے تمام سیاسی، اجتماعی، اخلاقی اور فلسفیانہ معاملات و نظریات کو مسلمانوں کی نئی نسل کے سامنے پیش کرنا۔ نئی نسل کو اسلام، اسلامی تاریخ، اسلامی تمدن و ثقافت اور اسلامی اقدار سے منحرف کرنا، تاکہ انھیں مغرب کا کلچر اصل اور اسلامی کلچر جعلی دکھائی دے۔

2۔ نصاب تعلیم میں دینی و اسلامی معاشرے کی اخلاقی اقدار پر مشتمل مضامین کو کم کرکے ان کی جگہ رسم، ہنر اور مغربی طرز معاشرے کے قیام، مغربی تاریخ اور ترقی کے مضامین شامل کیے گئے۔

3۔ زبان اور ادب کی کتابوں سے دینی معلومات پر مشتمل مضامین کو نکال دیا گیا، تاکہ دینی امور کے اثرات کم کرکے صرف کتابوں تک محدود کر دیں۔

4۔ نصاب تعلیم سے اسلام کی فتوحات، دنیا پر مسلمانوں کی حکمرانی، اسلامی معاشرے کے قیام کی تاریخ اور اسلامی شعائر سے متعلق معلومات پر مشتمل مضامین کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ان کی جگہ یورپ اور امریکا کی تاریخ، مغرب کی لشکر کشی، مغرب کی فتوحات، مغربی دانش وروں کے واقعات، شعراء، سیاسی رہنماؤں اور فوجی آفیسرز کے کارناموں کو مسلمانوں کی نئی نسل کے سامنے رول ماڈل کے طور پر پیش کیا گیا۔

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کی اہمیت ختم ہوگئی۔ وہ مغربی کلچر کے دلدادہ ہوگئے۔ یہ طبعی امر ہے کہ جب کسی کے دل میں کسی چیز کی اہمیت نہ ہو تو وہ اس کے دفاع کی خاطر قربانی دینے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوگا۔

امریکا نے اسلامی ممالک اور مشرق پر اپنا تسلط جمانے کے لیے بیسویں صدی میں منظم منصوبہ بندی کے ساتھ کوششوں کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں مسلمانوں پر سیکولر نصاب تعلیم مسلط کرنے کی خطرناک کوشش کی گئی اور یہ سازش یورپ کی استعماری قوتوں سے بھی خطرناک ہے۔ امریکا نے اسلامی ممالک کے تعلیم کی تمام وزارتوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ نصاب تعلیم، قوانین اور تعلیمی ماحول کو سیکولر بنیادوں پر قائم کریں۔ کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ صرف دین اسلام ہی لوگوں کو مغرب کے ملحدانہ نظریات اور استعمار کی ظالمانہ پالیسیوں کے خلاف مزاحمت کا درس دیتا ہے۔ امریکا نے افغانستان پر یلغار کے بعد بھی تجربہ دہرایا اور یلغار کے فوراً بعد تین بار نصاب تعلیم کو تبدیل کیا۔ ہر بار بتدریج نصاب تعلیم سے ان تمام مضامین کو نکال دیا گیا، جو بچوں کو حقیقی اسلام، جہاد، دفاع، آزادی اور عالم کفر سے نفرت کا درس دیتے تھے۔ ان کی جگہ ایسے مضامین نصاب میں شامل کیے، جو نئی نسل کو جہاد اور دفاع کی افادیت سے بے بہرہ کرنے اور مغرب کی ظالمانہ پالیسیوں کی تائید کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ امریکا نے افغانستان پر قبضہ کرنے کے بعد اس کا نصاب تعلیم اپنے اہداف کے مطابق تیار کیا، لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ امریکا اور مغرب نے اپنا نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور فکری یلغار ان لوگوں کے توسط سے مسلط کی، جو ایک وقت خود کو مجاہدین، اخوانی اور اسلامی تہذیب کے علمبردار کہلاتے تھے۔ آج کتابوں میں ان کے نام مصنفین، مشاورین اور تعلیمی نصاب کے ماہرین کے القاب کے ساتھ درج ہیں، جو درحقیقت امریکی یونی ورسٹی کی نگرانی میں مکمل ہوا ہے۔ "USAID" نے اس کے اخراجات برداشت کیے، ایساف نے اس کی چھپائی کی ذمہ داری ادا کی۔ جب کہ بعد ازاں درس و تدریس کے لیے اس نصاب کو وزارت تعلیم کے سپرد کیا گیا۔

شاید یہ لوگ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ ایک متوازن اور اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ نصاب بنایا گیا ہے، لیکن درحقیقت انہوں نے وہ نصاب بنایا ہے، جو جارج بش نے اپنی قوم کو افغانستان میں کامیابی کے طور پر اعلان کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے:

: "And before the end of the year, we'll have sent almost 10 million of them [that is, new textbooks] to the children of Afghanistan. These textbooks will teach tolerance and respect for human dignity instead of indoctrinating students with fanaticism and bigotry."

– George W. Bush, "Weekly Radio Address," March 16, 2002

سال ختم ہونے سے قبل افغانستان میں بچوں کو دس ملین درسی کتابیں فراہم کریں گے۔ ان کتابوں سے وہ تعلیم حاصل کرکے انتہا پسندوں کے تعصب کے بجائے انسانیت کے احترام کا سبق سیکھیں گے۔ یہ اس وقت کی بات ہے، جب کرزئی کے دور

حکومت کے ابتدائی مراحل میں کتابیں فراہم کی گئیں۔ اس وقت نصاب میں زیادہ تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔ اس کے بعد دوبارہ نصاب کو تبدیل کرکے امریکی مشاورین کی مدد سے نیا نصاب بنایا گیا، جس میں جہاد اور اسلامی اقدار کا کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ موجودہ نصاب تو مکمل طور مغربی ثقافت سے ہم آہنگ ہے۔

تعلیم کو سیکولر خطوط پر استوار کرنا

مغرب نے اسلامی ممالک میں تعلیم کو اپنا ہدف بنایا اور کوشش کی کہ تعلیمی نصاب کو لادین بنا کر نئی نسل کو اسلام سے بے خبر رکھے۔ اس مقصد کے لیے دو امور پر توجہ دی گئی:

اول: مغربی ممالک نے منظم منصوبہ بندی کے تحت مسلم نوجوانوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے مغرب بلایا اور تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ انھیں مغربی تہذیب اور مادہ پرستی کے فلسفے کی تربیت دی۔ ان ممالک نے مختلف ذرائع اور اسکالرشپ کے لالچ سے اسلامی ممالک سے باستعداد نوجوانوں کو طلب کرکے ان کی ذہن سازی کی گئی۔ انھیں مغربی ذہنیت کا نظریہ دیا گیا۔ وہ اپنے ممالک آکر کلیدی عہدوں پر فائز ہوگئے۔ نصاب تعلیم کو اپنی تربیت کے مطابق مغربی نظریے اور تہذیب سے ہم آہنگ کر دیا۔

دوئم: مغرب نے اسلامی ممالک میں ایسی یونی ورسٹیاں، کالجز اور تعلیمی ادارے کھولے، جن کے نصاب تعلیم، نظام تعلیم، اساتذہ اور قوانین مستقل طور پر مغربی ممالک کے طرز تعلیم سے ہم آہنگ ہیں۔ ان اداروں میں طلباء کی ذہن سازی کی گئی۔ انھیں مغربی ذہنیت کی تربیت دی گئی۔ بعد ازاں انھیں اہم سرکاری عہدوں پر فائز کرنے کے لیے مواقع فراہم کیے گئے۔

ان دونوں طریقوں سے ایسے اساتذہ، طلبہ اور دانش ور پیدا ہوگئے، جو اسلام سے بیزار اور مغربی تہذیب کے علمبردار ہونے پر فخر کر رہے ہیں۔ ترقی کے نام پر مغربی ممالک کے مفادات کے تحفظ کے لیے اندھی تقلید کے ساتھ خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مغرب کے تعلیمی مشاورین اور ماہرین

استعماری قوتوں نے اسلامی ممالک میں اپنے تعلیمی ماہرین اور مشاورین کو دباؤ اور تعلیم کی ترقی کے لیے مالی مدد فراہم کرنے کے لیے تعینات کر رکھا ہے، جو تعلیمی نصاب بنانے کی نگرانی کر رہے ہیں۔ نصاب تعلیم سے ایسے مواد کو خارج کر رہے ہیں، جو مغربی ممالک کے مفادات کی راہ میں رکاوٹ سمجھے جائیں گے۔ ابتدائی مرحلے میں اسلامی تاریخ، اس کے بعد قرآنی آیات، احادیث اور اسلامی عقائد کے مضامین کو نصاب سے ختم کر دیا گیا۔ ان مضامین کی جگہ مغربی ممالک کے سیاسی، اقتصادی، فکری اور اخلاقی اقدار پر مشتمل مضامین شامل کیے گئے۔ کوشش کی گئی کہ مغرب کو رول ماڈل کے طور پر پیش کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم نوجوان تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسلام سے نفرت کرتے ہیں۔ جب کہ مغربی تہذیب، کلچر اور مغربی روایات کو ترقی سمجھتے ہیں اور تحریر انداز میں اس پر دلائل پیش کرتے ہیں۔

تعلیمی ماحول کو مغرب زدہ بنانا

بچے اور طلباء جس ماحول میں رہتے ہیں، اس ماحول کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ وہ اسی ماحول سے اثر لیتے ہیں۔ آج اسلامی ممالک میں استعماری قوتوں کے بنائے گئے تعلیمی نظام، تعلیمی اداروں اور تعلیمی نصاب سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور اسی ماحول میں تعلیم کے حصول کے ساتھ مغربی تہذیب کا اثر بھی قبول کر رہے ہیں۔ ان اداروں کے فارغ التحصیل طلباء اسلامی تعلیمات سے بالکل بے خبر اور مغربی کلچر کی تعصب زدہ ذہنیت سے آلودہ ہو کر اسلامی معاشرے میں مغربی تہذیب کو پروان چڑھانے کے لیے متحرک نظر آ رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہو کر اور مختلف این جی اوز کے ذریعے بھی مغربی تہذیب کے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ اور اس کو ترقی کی علامت قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان تعلیمی اداروں میں مساجد کی تعمیر سے بھی خوف محسوس کرتے ہیں۔ افغانستان کی تمام یونی ورسٹیوں اور تعلیمی اداروں میں کوئی ایک مسجد بھی نہیں ہے۔ جب کہ ان اداروں میں سینما گھروں کی سہولت فراہم کی گئی ہے، جس میں طلباء کو مغربی حیوانی تہذیب کی فلمیں اور ڈرامے دکھائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ہمارے تعلیمی اداروں سے دانش وروں، پروفیسروں اور ڈاکٹروں کے بجائے کیمونسٹ، اسلام دشمن، افغان دشمن اور مغربی قوتوں کے آلہ کار پیدا ہوتے ہیں، جو اپنے عوام کے خلاف اغیار کی مدد کرتے ہیں۔ ان کا ایجنڈا طاقت کے بل بوتے اپنے عوام پر مسلط کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں افغانستان گزشتہ چار دہائیوں سے بدامنی کی آگ میں جل رہا ہے۔

اسلامی ممالک میں تعلیمی ماحول کو خراب کرنے کے لیے لڑکوں اور لڑکیوں کے مخلوط نظام تعلیم کا سلسلہ عام کیا، جس کے باعث فحاشی و عریانی کا ماحول پروان چڑھ رہا ہے۔ جس کے خطرناک نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ مخلوط نظام تعلیم مغرب کی سب سے خطرناک شیطانی چال ہے۔ آسانی سے لاکھوں مسلمان نوجوان اور لڑکیاں اس کا شکار ہوگئیں۔ یہ نہ صرف اسلامی اقدار کے برخلاف اقدام تھا، بلکہ تعلیم اور تربیت کے خلاف بھی خفیہ اور غیر اعلانیہ جنگ کا حصہ تھا، تاکہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں انسانی فطرت کے تقاضے کی اس حساس عمر کے وقت میں جنسی خواہشات کی طرف مائل کرکے بے راہ روی میں مبتلا کریں۔

دوسری جانب میڈیا، نصاب تعلیم، بے راہ روی کے ماحول اور ادب کے نام پر مغربی تہذیب کے لیے راہ ہموار کرنے کے خلاف قوانین کا فقدان ہے، جس کے باعث طلباء تعلیم حاصل کرنے کے بجائے عشق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اگر ہم واقعی تعلیم کی ترقی کے خواہاں ہیں تو ملک کے تعلیمی نظام اور تعلیم نصاب کو مغرب کے اثر سے پاک کرنا ہوگا۔ سیکولرازم کے ماحول سے پاک تعلیمی ماحول افغان معصوم بچوں کو فراہم کرنا ہوگا۔ اسلامی اقدار سے ہم آہنگ بنیاد فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآنی علوم کے مطابق اسلامی تہذیب و تمدن اور مذہبی شناخت کا تقدس برقرار رکھنے کے لیے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔

متمدن دنیا بدمعاشوں کے قبضے میں

محمد شفیق صادق

ہمارے آباء و اجداد نے امن و سکون سے بھرپور دنیا میں زندگی گزاری تھی۔ ایسی دنیا، جس میں خانہ بدوش، مسافر اور تاجر اپنے قافلوں سمیت پورے اطمینان سے چین، ہندوستان، بغداد اور قاہرہ تک کا سفر کرتے تھے۔ دوسری جانب ہسپانیہ اور پرتگال سے لے کر افریقا کی دوسری سرحد تک مرد و زن پر مشتمل حجاج کے قافلے اپنے شہروں سے مکہ کی جانب روانہ ہوتے، جنہیں راستے بھر میں جنگلی درندوں کے علاوہ کسی چیز کا ڈر نہ ہوتا تھا۔ اس وسیع ترین علاقے پر انصاف اور ایمانی لشکر کے ذریعے بلاکسی تلوار اور ہتھیار حکومت کی جاتی اور اس کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس وسیع دنیا کے ہر شہر اور قصبے میں فلاسفہ، علماء، دانشور، شعراء اور ادیبوں کے دربار لگتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں طلباء یہاں پڑھنے آتے۔

ان علماء کے درمیان علمی بنیادوں پر مباحثے، مناقشے اور مقابلے چلتے۔ ان مقابلوں میں وقت کے حکام اور حکمران بھی مدعو ہوتے اور جیتنے والوں کو انعامات سے نوازا جاتا۔

دنیا کے کونے کونے سے طالبان علم بخاری، بلخ، خوارزم، دمشق، اندلس، بغداد اور بحر روم کے کنارے کنارے حصول علم کے لیے جاتے۔ وہاں مغرب میں ابن نفیس، ابن عبد البر اندلسی وابن خلدون ...... کا درس چلتا، اور یہاں مشرق میں البیرونی، فارابی، خوارزمی، مسلم اور بخاری، ابن سینا اور ترمذی کا حلقہ درس لگا رہتا، نہ کالے کو کوئی حقیر نگاہ سے دیکھتا تھا نہ گورے کو کوئی امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ ہر شخص امن کے ساتھ تھا۔ سب کو علوم کے سیکھنے سکھانے کی تمنا ہوتی۔ تراجم تو سونے کے ساتھ تولے جاتے۔

مگر ایسے علوم اور ایجادات کو اجازت نہ دی جاتی جس سے دوسرے انسانوں کی زندگی کو خطرہ ہوتا۔ شراب کے علاوہ دوسری کسی قسم کی منشیات کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اسی لیے قدیم فقہ میں اس کے لیے کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا گیا ہے۔

جی ہاں وہاں امن تھا اور سکون... افسوس کہ پھر مشرق بعید سے کچھ وحشی لوگوں نے چنگیز خان کی قیادت میں اس پر امن اور پر سکون دنیا کو غارت کر دیا۔ ایک صدی کے لیے یہ بڑی دنیا بدامنی کا شکار ہوگئی۔ اس طرح ایک بار پھر بحر روم کے اس پار سے تمدن سے بے خبر وحشی یورپیوں نے صلیب کے نعرے تلے دو صدیوں تک اس خطے کو جنگوں کا شکار بنایا۔

جی ہاں یہاں اس وقت ترقی، تمدن اور امن تھا جب یورپ میں تاریکی، ظلم، استبداد اور جہالت تھی۔ یہاں مسلمان حکام علماء اور دانشوروں کی حوصلہ افزائی کرتے۔ وہاں پاپائیت لوگوں کو علم اور فہم کے جرم میں تختہ دار پر چڑھا رہی تھی۔

ہم نے آہستہ آہستہ علم، دانش، رحمدلی اور ترقی کا دامن چھوڑ دیا، جابر اور ستمگر حکام ہمیں ملے۔ پھر کچھ حکمرانوں نے اقتدار کی خاطر جنگ شروع کردی۔ ہر ایک اپنے لیے حامی تلاش کرتا تھا۔ علم کی جگہ دشمنی اور مقابلے نے لے لی، مساوات کی جگہ تعصبات عام ہوگئے، عدل ختم ہوگیا اور ظلم عام ہونے لگا، تعلیمی ادارے سیاست کا شکار ہوگئے۔

وہاں ہمارے الہام سے انہوں نے کلیسا اور قیصر کی ہتھکڑیاں توڑ دیں، آہستہ آہستہ دنیا میں ہمارا مقام جو تھا وہ ان کا ہونے لگا ہمارے حکام کو ان کے مدد اور تعاون کی ضرورت پڑ گئی اور ان کا تعاون آکر ہماری حکومتوں پر مسلط ہونے لگا۔

ہم نے انہیں علم سکھایا مگر انہوں نے ہم سے علوم چوری کیے اور ان کے بلڈنگیں بنائیں جبکہ ہمارے مدارس اور تعلیمی مراکز کو آگ لگادی۔ ہماری لائبریریاں ختم کردیں، اپنے تربیت دیے ہوئے غلاموں کو ہمارا حاکم بنایا، ہم ایک متمدن قوم تھے اور یہ لوگ ایک پسماندہ، مگر ہم نے انہیں متمدن بنادیا اور خود ہم پیچھے رہ گئے۔ ان سے بھی اپنی خوشی اور ترقی برداشت نہ ہوئی، شہرت، طاقت اور دولت کی تلاش میں اتنے آگے گئے کہ پوری دنیا کو اپنی جائیداد سمجھنے لگے۔ اسی مقصد کی خاطر ملینوں انسانوں کو غلام بنایا گیا۔ انہیں بازاروں میں بیچا گیا، ان سے اپنی زمینیں آباد کروائیں، بہت سی اقوام اور لوگوں کو اپنی زمینوں سے بے دخل کیا گیا۔ ان کی زمینیں آپس میں تقسیم کیں۔ لوگوں کو راکھ بناکر تاریخ کے سیاہ غاروں میں دھکیلا گیا، آج انہیں سے امریکا، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، جنوبی اور لاطینی امریکا اور کینیڈا بنائے گئے۔

زمین اور اقتدار پر قبضے کے لیے عالمی جنگ شروع کی، سینکڑوں ملین انسانوں کو اپنے اقتدار اور حکومت کی خاطر موت کے گھاٹ اتارا،

اسی برتری اور دولت سے ہی ان لوگوں نے ایٹمی اسلحے بنائے۔ آج متمدن دنیا کے ہر ملک کے پاس اتنے ایٹم بم ہیں کہ اس دنیا کو کئی کئی بار تباہ کرسکتے ہیں۔ یہ سب کس لیے؟ اس لیے تاکہ یہ لوگ اقتدار میں رہیں، یا اقتدار میں رہیں نہیں تو پوری دنیا کو ایٹمی اسلحہ سے نیست و نابود کردیں۔

دولت اور اقتدار کی خاطر اس دنیا کو آہستہ آہستہ قصداً گرمی کی طرف لے جایا جارہا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو بہت سے انسانوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اور ہوسکتا ہے یہ دنیا تندور کی طرح گرم ہوجائے۔ کہ پھر کوئی اس میں زندہ نہیں رہ سکے گا۔ مگر انہیں کیا؟ یہ لوگ تو مریخ کو بھاگ جائیں گے، ان کے پاس تو وسائل ہیں۔ لیکن اگر دنیا کی اس بڑھتی حرارت کی روک تھام کریں گے تو دولت کہاں سے حاصل کریں گے۔

یہاں قصداً ہمارے جیسے ہی بدبخت انسانوں کے ذریعے منشیات کاشت کروائیں، ہمیں سے اس کی کاشت کروائی جاتی ہے، ہمیں سے ہی منشیات استعمال کروائی جاتی ہیں مگر اس پر کاروبار یہ لوگ کرتے ہیں۔ انسانی زندگی کی ان کے ہاں کوئی حیثیت نہیں بس دولت ہونی چاہیے دولت......

دوسری طرف اسلحہ کے بڑے بڑے کارخانے قائم کیے گئے ہیں۔ ان کارخانوں کے خاتمے کو یہ لوگ اپنی ہلاکت سمجھتے ہیں۔ ان متمدن ممالک میں ہر سال ملینوں ٹن اسلحہ اور دھماکہ خیز مواد بنتا ہے۔ یہ کارخانے اس وقت کمائی کرسکتے ہیں جب دنیا میں اس کا استعمال ہوگا۔ اور ان کا استعمال ایسے بے کار تو نہیں ہوسکتا۔ ان کی مجبوری ہے کہ وہ پھر ہم جیسے بدقسمت ممالک ہی کو لڑوائیں گے۔ عوام کو حکومت سے لڑائیں، حکومت کو عوام سے، ہر ایک کو شاباش دیں، ہر ایک کو الگ اسلحہ فراہم کریں۔ تاکہ ان کے اسلحے استعمال ہوتے رہیں۔ فروخت ہونے والے اسلحہ کا وہ لوگ کارخانے سے ٹیکس لیں اور اپنا خزانہ بھریں ۔ دنیا کو انہیں لوگوں نے تباہی کی راہ پر لگا رکھا ہے اور یہ ہمارے متمدن ممالک ہیں۔

اسی سیاست کی خاطر بہت سے ممالک کو آگ میں جھونکا گیا ہے، ہجرت کے سلسلے ایک اور تباہی ہے جو ہمارے جیسے اقوام کی قسمت میں ہے۔ بظاہر لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ ہم انہیں پناہ دے رہے ہیں مگر کاش یہ لوگ اتنے ہی ہمدرد اور غم خوار ہوتے۔ ایک جانب قصداً جنگوں کی آگ بھڑکائی گئی دوسری جانب ہجرت کے راستے کھولے ہیں۔ تاکہ ایک جانب اس سے اپنی کم ہونے والی نسلوں کی تلافی کریں اور دوسری طرف اپنے کارخانوں کے لیے لیبر مہیا کریں۔ خاندانی نظام کا خاتمہ کردیا گیا، وہاں شادی کرنا عیب مگر اکیلے زندگی گذارنا تمدن ہے۔ بچے پیدا کرنا تو سب سے بڑا گناہ ہے۔ ملینوں افراد بغیر شادی کے زندگی گذار رہے ہیں۔ جنسی خواہشات کی تکمیل کے بغیر زندگی گذارنا بھی انسان کے لیے ناممکن ہے۔ اس لیے اس مقصد کی خاطر تمام ناجائز راستے کھول دیے گئے ہیں۔ تاکہ بغیر شادی کے بھی ازدواجی تعلقات لوگوں کے لیے آسان رہیں۔ ہر ایک آدمی کے دو چار ایسے دوست ہوتے ہیں جن سے وہ اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اب ہم جنس پرستی تک کی بھی اجازت دے دی گئی ہے۔ انسانیت کو ایسے مرحلے پر پہنچادیا گیا ہے کہ انسان اب جانتا ہی نہیں کہ کس رخ کو اختیار کرے۔ انسانی وجدان، شرم وحیا کی بات اٹھائے تو دہشت گرد، انتہاپسند اور دقیانوس ہے۔۔۔۔

مجاہدین کے تربیتی پروگراموں کی رُوداد

حبیب مجاہد

امارت اسلامیہ کے عسکری کمیشن نے افغانستان کے مختلف صوبوں میں مجاہدین کے لیے علمی و فکری بنیادوں پر سہ روزہ تربیت کا سلسلہ شروع کیا تھا جو پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ یہ تربیتی سیمینار 20 تا 23 جنوری تک تین دن کے لیے جاری رہا تھا۔ عسکری کمیشن کی تشکیلات کے مطابق ہر حلقے سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کے لیے الگ مقام اور الگ درسی حلقے مرتب کیے گئے تھے۔ جیسا کہ غزنی، زابل اور میدان وردگ کے حلقے، ہلمند، قندہار، روزگان اور دائی کنڈی کے حلقے، غور، سرپل، فاریاب، جوزجان اور بادغیس کے حلقے، اسی ترتیب پر مزید حلقے بنائے گئے تھے۔

ان تربیتی پروگراموں کا درسی نصاب عسکری کمیشن کی جانب سے علمائے کرام کے صلاح و مشورے سے بنایا گیا تھا۔ جس میں روزانہ ہر موضوع پر چار چار گھنٹے کا درس جاری رہتا۔ یہ درس مختلف مدارس کے صاحب استعداد علمائے کرام اور امارت اسلامیہ کے متعین ذمہ داران کی جانب سے دیا جاتا تھا۔ ان تربیتی پروگراموں کے تسلسل میں مجاہدین کو اصلاحِ نفس، اخلاص، اصلاحِ نیت، جہاد کے مسائل اور احکام کی پہچان، غنیمت میں ہیرا پھیری سے بچنا، امیر کی اطاعت، امارت اسلامیہ کی پالیسی اور ہدف کی پہچان، وحدت اور اتحاد کی اہمیت، کفار کے منصوبوں اور سازشوں کی پہچان، دشمن کے پروپیگنڈے اور فکری جنگ کی پہچان اور اس سے مقابلہ، عوام سے اچھا سلوک اور اسی طرح دیگر اہم اور حالاتِ حاضرہ سے متعلق مسائل کے حوالے سے مجاہدین کو تفصیلی، عام فہم اور سادہ زبان میں معلومات فراہم کی گئیں۔ اس پروگرام میں ہر صوبے کے گورنر، عسکری ذمہ دار، عسکری کمیشن کے ارکان، ضلعی گورنرز، گروپ سربراہ، عوامی شعبہ جات کے ذمہ دار اور تمام اہم جہادی ذمہ داروں نے شرکت کی۔ مذکورہ موضوعات کے علاوہ جہاد، شہادت اور دفاعی جہاد کے فضائل سے متعلق احادیث کے خصوصی دروس ہوئے۔ سورۃ انفال کے علاوہ تمام جہادی آیات کی مختصر تفسیر بھی درس میں شامل کی گئی تھی۔

تربیتی سیمینار میں امارت اسلامیہ کے مختلف کمیشنز کی جانب سے مختلف موضوعات سے متعلق اعلامیے، جو متعلقہ کمیشن کے معاملات کی درستی کے لیے ترتیب دیے گئے تھے، مجاہدین کو سنائے گئے۔ مجاہدین کو امارت اسلامیہ اور عوام سے مکمل تعاون اور ہمدردی کے حوالے سے نصیحتیں کی گئیں۔ اجتماع کے دوران آنے والے مجاہدین میں ثقافتی و اطلاعاتی کمیشن کی جانب سے مختلف کتابیں اور تحریریں تقسیم کی گئیں۔ اس کے علاوہ شرکاء میں وہ خاص رسالہ بھی تقسیم کیا گیا، جو اس سیمینار کے لیے مرتب کیا گیا تھا،

جس میں امیرالمؤمنین ملا اختر محمد منصور صاحب حفظہ اللہ کا پیغام، عظیم مجاہد مولوی جلال الدین حقانی حفظہ اللہ کی خاص نصیحتیں اور ثقافتی کمیشن کا پیغام جمع کیا گیا تھا۔ ان سیمینارز میں امارت اسلامیہ کے زعیم کے بھیجے ہوئے پیغام میں کہا گیا تھا:

"اما بعد! میرے مجاہد بھائیو! شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جو مسلمان جس عبادت یا دنیوی کام میں مشغول ہو، اس عبادت یا معاملے سے متعلق شرعی علم اور مسائل کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے۔ مثلاً: جب ایک مسلمان سن بلوغ کو پہنچتا ہے اور احکام کا مکلف ہو جاتا ہے تو جس طرح اس پر نماز فرض ہے، اسی طرح نماز کے متعلق شرعی علم کا سیکھنا بھی فرض ہوتا ہے۔ تاکہ نماز کو صحیح طریقے سے ادا کر سکے۔ آج ہم ایک انتہائی اہم عبادت جہاد میں مصروف ہیں۔ یہ ایسی حساس عبادت ہے، جس کے پاس جہاد کا لازمی شرعی علم نہ ہو تو وہ ضرور خطرات اور سرکشی میں پڑ جاتا ہے۔ اس لیے ہم سب کے لیے ضروری ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ جہاد کے اہم مسائل سیکھیں۔ جہاد کے آداب، ضروریات اور ممنوعات کا علم، امارت اسلامیہ کے مجاہدین کا لائحہ، جو شریعت اسلامیہ کے حدود کا خیال کرتے ہوئے بنایا گیا ہے اور مجاہدین کے لیے تمام مسائل کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔ اس کی اہمیت سے ہمیں آگاہ ہونا چاہیے۔ لائحہ کی ہر شق کو سمجھیں اور پوری توجہ سے اس پر عمل کریں۔"

پیغام میں ایک جگہ لکھا ہے:

"جہاد معاملات میں شریعت کا التزام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے خوف اور تقویٰ بھی اپنی خاصیت بنائیں۔ تقویٰ بہت اونچی صفت ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسانوں کی عزت کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ جس کے پاس جتنا تقویٰ ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کے اتنا ہی قریب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا ہی عزت والا ہوگا۔ اپنے امیروں کی اطاعت، چھوٹے ساتھیوں پر شفقت، بڑے ساتھیوں کا احترام، عام ساتھیوں سے اچھا سلوک، بھائی چارہ، ایثار، خدمت، تواضع، حلم، عفو، امانت داری، حسن تعامل اور اخلاق حسنہ ایسے بہترین اوصاف ہیں، جس سے ہر مجاہد کو مزین ہونا چاہیے۔ مجاہد عام لوگوں کے لیے حقیقی اسلام کا نمونہ اور مثال ہوتا ہے، تاکہ دوسرے لوگ اس کی پیروی کریں اور انہیں اس کی اعلیٰ شخصیت اور اخلاق حسنہ کی برکت سے جہاد کا شوق پیدا ہو۔"

تربیتی اجتماعات حق کی فتح اور کفر کی شکست کی دعا کے ساتھ اختتام کو پہنچے۔

ملا محمد حسن رحمانی صاحب مرحوم

کے حالات زندگی پر نظر

عبدالرؤف حکمت

موت برحق ہے اور ہر زندہ نفس موت کو چکھنے والی ہے۔ یہی قرآنی فیصلہ ہے۔ مگر قابل غور بات یہ ہے کہ موت کس حالت میں آتی ہے اور انسان دنیا سے کس عمل، کردار اور نظریے کو لے کر رخصت ہوتا ہے۔ کامیاب اور کامران صرف وہ ہے جو ایمان، نیک عمل، صالح اور مصلح سوچ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوجائے۔ ایسی موت خود متوفی کے لیے دائمی سعادت اور ورثاء و متعلقین کے لیے دائمی فخر کا باعث بنتا ہے۔ آج ہم متوفی کے کارناموں اور زندگی پر بات کریں گے کہ انہوں نے ایمان، نیک عمل کے ساتھ ساتھ جہاد، علم، ہجرت اور دینی خدمات سے مالامال زندگی گذاری، اور پھر اسی سفر میں انہیں موت آئی۔ یہ مرحوم ملا حسن رحمانی صاحب ہیں جنہوں نے کچھ عرصہ قبل اپنی روح خالق حقیقی کے سپرد کردی۔

زندگی کے ابتدائی مراحل:

ملا محمد حسن رحمانی مرحوم ملا اللہ داد اخوند کے صاحبزادے تھے۔ انہوں نے چند دہائیاں قبل صوبہ اروزگان ضلع چار چینو کے گاؤں ارغور میں ایک غریب اور دیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی بچپن میں دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی اور پھر قندہار اور پاکستان صوبہ بلوچستان میں مختلف مدارس میں وقت کے جید علماء کرام سے کسب فیض کیا۔

مرحوم رحمانی صاحب کو دینی علوم سے خاص محبت تھی اور علماء کرام اور مدرسین سے ان کا دائمی تعلق تھا۔ روسی جارحیت کے خلاف جہاد میں ان کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔ امریکی جارحیت کے بعد روپوشی کے ایام میں انہوں نے ایک بار پھر دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کی اور اپنے ایک خاص استاد مولوی ارشاد الحق صاحب سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

روسی جارحیت کے خلاف جہاد:

اس وقت جب رحمانی صاحب کراچی میں دینی تعلیم میں معروف تھے افغانستان میں روسیوں کے خلاف جہاد اپنے عروج پر تھا۔ انہوں نے جہادی فریضے کی تکمیل کے لیے اپنی کتابیں رکھ دیں اور جہاد کے لیے قندہار چلے گئے۔ وہ ابتداء میں مشہور غازی طالب جان شہید کے محاذ میں تھے جن کا مرکز ارغنداب کے مضافات میں چارباغ علاقے میں تھا۔ رحمانی صاحب اس علاقے میں مذکورہ محاذ کے ذمہ دار تھے۔

طالب جان کی شہادت کے بعد رحمانی صاحب مرحوم نے معروف مجاہد لالا ملنگ شہید کے محاذ سے جہاد کا آغاز کردیا۔ بعد ازاں آخر تک اسی محاذ میں ایک ممتاز مجاہد کی حیثیت سے رہے۔

لالا ملنگ شہید کی قیادت میں مجاہدین نے ارغنداب، پنجوائی اور قندہار شہر کے مضافات میں جیسے سنجاو، پشتون باغ، نظر جان باغ، محلہ جات شاہ آغا دوراہی اور قندہار تا ہرات شاہراہ پر دشمن پر حملے کیے۔ اس علاقے میں سوویت یونین سے تاریخی معرکے ہوئے جن کی یادیں آج بھی عوام کے سینوں میں محفوظ ہیں۔

سوویت یونین کے خلاف جنگ کے دور میں قندہار چھاونی کے علاقے میں تورانو نامی ایک چیک پوسٹ پر کارروائی کے دوران ان کی ایک ٹانگ ضائع ہوگئی جس کے بعد وہ تا آخر ایک ٹانگ پر رہے اور دین کی خدمت میں مستعد رہے۔

امارت اسلامیہ میں خدمت

جب افغانستان میں تنظیمی اختلافات اپنے عروج پر پہنچ گئے تھے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں طالبان تحریک، فسادات کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ رحمانی صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو آغاز سے ہی اس تحریک کے رکن تھے۔ لالا ملنگ شہید رحمانی صاحب کا محاذ جس کے اہم رکن رحمانی صاحب بھی تھے اپنے تمام تر ساتھیوں کے ساتھ اسلامی تحریک میں ضم ہوگئے۔ ان کے اس انضمام سے تحریک کو بہت تقویت اور مضبوطی ملی۔

قندہار کی فتح کے بعد رحمانی صاحب امارت اسلامیہ کی پہلی شوری کے رکن بھی تھے۔ بعد ازاں قندہار میں صوبائی عہدیدار بنائے گئے۔ ایک سال بعد امارت اسلامیہ کی جانب انہیں قندہار کا گورنر اور مغربی زون کے تنظیمی سربراہ متعین کیا گیا، پھر امریکی جارحیت کے دور تک اسی عہدے پر برقرار رہے۔

امریکی جارحیت کے بعد وہ اپنے علاقے سے ہجرت پر مجبور ہوگئے اور انہوں نے روپوشی کی زندگی گذارنی شروع کردی۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کے اقتصادی کمیشن میں بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس طرح 14 سال تک مجاہدین کو رسد کی فراہمی، زخمیوں کے علاج معالجے، یتیموں کی کفالت کی خدمت میں حصہ لیتے رہے۔ اللہ تعالی انہیں کامل اجر عطا فرمائے۔

مرحوم رحمانی صاحب زندگی کے آخر تک امارت اسلامیہ کی صفوں میں ایک سچے خدمت گذار اور وفادار کی طرح خدمات انجام دیتے رہے۔ انہوں نے جس طرح امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے ساتھ امارت اسلامیہ کے لیے خود وقف رکھا تھا اور مخلصانہ کام کرتے رہے بعدہ ان کے نائب اور جانشین امیر المومنین ملا اختر محمد منصور صاحب سے بھی بیعت کی اور ہر طرح سے وفادار رہے۔

جناب رحمانی صاحب کلیجے کے سرطان کے مریض تھے۔ 8 فروری 2016 کو 55 سال کی عمر میں انہوں نے اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

رحمانی صاحب کی شخصیت

مرحوم رحمانی صاحب کے ایک ساتھی مولوی عبدالرحمن منیر صاحب ان کی شخصیت کے حوالے سے کہتے ہیں:

رحمانی صاحب تقوی اور عاجزی کا نمونہ تھے۔ عاجز، فقیر الحال، مشفق انسان تھے۔ بیواؤں، یتیموں اور بے سہارہ لوگوں کی کفالت کرتے۔ یہاں تک کہ اپنے گھر کے لیے مخصوص مبلغ بھی وہ مریض یا زخمی مجاہد کے معالجے یا شہداء کے ورثا اور یتیموں پر خرچ کردیتے تھے۔ اپنی ذمہ داری کے دوران انتہائی تقوی سے کام لیتے۔

رحمانی صاحب ایک اور پرانے رفیق کار سید عبداللہ آغا ان کے حوالے سے کہتے ہیں:

رحمانی صاحب ایسی شخصیت تھی جنہیں فقر اور مسکنت سے خاص محبت تھی۔ میں نے انہیں کبھی بھی نئے کپڑوں اور آراستہ لباس میں نہیں دیکھا۔ ہمیشہ عام سے معمولی اور سادہ لباس میں رہتے۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے انہیں گاڑی دی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ دلی لحاظ سے وہ انتہائی رحم دل تھے وہ کسی محتاج یا مریض کو دیکھتے تو اپنی غربت کا ایک لقمہ بھی اس سے شریک کرتے اور اپنی استطاعت کے مطابق تعاون کرتے۔

معروف لکھاری موسی فرہاد، رحمانی صاحب کی وفات کی مناسبت سے لکھتے ہیں:

رحمانی صاحب نے بہت فقیرانہ زندگی گذاری، ہر قسم کی خیانت اور کرپشن سے پاک انسان تھے۔ افغانستان کے 37 سالہ انقلاب کے پورے دورانیے میں جہاد کے تینوں مرحلوں میں ایسا کوئی داغ ان کے دامن پر نہیں جس سے ان کے، ان کے گھرانے یا مجاہدین کی بدنامی ہو۔ بلکہ اپنی ساری زندگی اللہ کی راہ میں ایک سچے انسان کی طرح گذاری۔

امارت اسلامیہ کی رہبری شوری کی جانب سے رحمانی صاحب کی وفات کے حوالے سے تعزیتی پیغام نشر کیا گیا جس میں ان کی خدمات کی قدردانی کی گئی تھی اور اللہ تعالی سے ان کے لیے جنت الفردوس کی دعا کی گئی تھی۔

اللہ تعالی مرحوم پر رحم فرمائے اور ان کی خدمات قبول فرمائے اور انہیں بلند درجات عطا فرمائے۔

آمین یارب العلمین

ابو عابد

طلوع نیوز پر حملہ، مخالفین بوکھلا گئے؟

رواں سال 20 جنوری کو شام پانچ بجے امارت اسلامیہ کے ایک فدائی مجاہد نے وفاقی دارالحکومت کابل کے جنوب مغربی علاقے میں روس کے سفارت خانے کے قریب TOLOnews سے متعلق کابورا پروڈکشن کے عملے کی گاڑی پر فدائی حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک پولیس اہل کار اور طلوع نیوز کے 7 ارکان موقع پر ہلاک اور درجنوں زخمی ہوگئے۔

طلوع نیوز افغانستان میں موبی گروپ کے نام سے وسیع پیمانے پر میڈیا کمپنی کا نجی ٹی وی چینل ہے۔ موبی گروپ جو ایک افغان نژاد آسٹریلوی مسعد محسنی کا قائم کردہ گروپ ہے، یہ افغانستان میں سب سے بڑا میڈیا گروپ سمجھا جاتا ہے، جو کہ طلوع، طلوع نیوز اور لمر (سورج) کے نام سے ٹی وی نیٹ ورکس، Arakozia اور ارمان کے نام سے ریڈیو نیٹ ورک اور Kaboora پروڈکشن کے نام سے غیر ملکی فلموں کے ترجمہ کا نیٹ ورک ہے۔ "موبی گروپ" افغانستان میں مغرب کی فکری اور ثقافتی یلغار آگے بڑھانے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ امریکا، انگلینڈ، آسٹریلیا، فرانس اور دیگر کفریہ ممالک کی آشیرباد سے ایک مضبوط تنظیم ہے، جس کے پاس مالی وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے۔ موبی گروپ براہ راست امریکی سفارت خانے سے کمانڈ لیتا اور کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مغرب کی طرف سے نظریاتی پروپیگنڈے کے طور پر صرف اس کی منشا کے مطابق نشریات کر رہا ہے۔ موبی گروپ اور طلوع نیوز کی طرح ان کے ماتحت قائم نیٹ ورکس اتنے مضبوط ہیں کہ کٹھ پتلی حکومت اور صدارتی ہاؤس کے حکام بھی اس کے سامنے بے بس دکھائی دے رہے ہیں۔ گزشتہ چودہ برس سے یہ نیٹ ورک تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ فضل ہادی شینواری سے لے کر کریم خرم، سیاف، کرزئی، صبغت اللہ مجددی، قیام الدین کشاف اور بہت سے اعلیٰ سرکاری حکام نے اس نیٹ ورک پر اعتراضات کیے ہیں۔ اس کی نشریات کو نقصان دہ قرار دیا ہے، لیکن طلوع نیوز کی خودسری کو لگام دینے میں کوئی بھی کامیاب نہیں ہوا ہے۔ کیوں کہ ان اداروں کی پشت پر مغربی قوتیں کھڑی ہیں۔

طلوع نیوز نے افغانستان کے مختلف علاقوں میں مجاہد عوام کو وسیع تر ثقافتی اور مذہبی نقصان پہنچایا ہے۔ اسلامی احکام کی توہین اور تضحیک کرنے کی کوشش کی ہے۔ افغانی اقدار اور ملی روایات کو کمزور اور پست دکھانے کے لیے خصوصی مہم چلائی ہے۔ قوم کے وقار کو داؤ پر لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جہاد اور مجاہدین کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کیا ہے۔ اخلاقی زوال، نافرمانی، بے پردگی، ادنیٰ، جواء، زنا، عمل قوم لوط، سود خوری، توہین رسالت اور اس جیسی دیگر غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث اور فروغ دینے کے لیے مہم

چلائی ہے۔ ایک لمبے عرصے سے اس امر کو محسوس کیا جا رہا تھا کہ امارت اسلامیہ اس کی گمراہ کن سرگرمیوں کے خلاف ایک سنجیدہ اور فیصلہ کن مؤقف اختیار کرے اور اس کی منفی سرگرمیوں کی روک تھام کرے۔ آخر کار تین ماہ قبل امارت اسلامیہ کے فوجی کمیشن کی طرف سے ایک اعلامیہ جاری کرکے طلوع اور یک ٹی وی نیٹ ورک کو مجاہدین کے فوجی اہداف کی لسٹ میں شامل کیا گیا اور انہیں باضابطہ طور پر ایک وارننگ دی گئی۔ 20 جنوری کو TOLOnews پر حملے کے بعد افغان عوام اور دنیا بھر کے مسلمانوں نے مجاہدین کی اس کارروائی کی تعریف کی اور خیر مقدم کیا۔ اس کو اسلامی ثقافت اور اسلامی فکر کے بچاؤ کی سمت درست اور ضروری اقدام قرار دیا گیا۔ دوسری جانب بین الاقوامی سطح پر بالخصوص کفریہ دنیا میں طلوع نیوز کے ساتھ ہمدردی اور یکجہتی کی ایک مہم چلائی گئی، جو کفر کی جانب سے ایک قابل توقع معاملہ ہے۔ تقریباً تمام کفری دنیا نے طلوع نیوز پر حملے کی مذمت کی۔

فرانسیسی حکومت، امریکی حکومت، یونیسکو کی تنظیم، صحافیوں کی تنظیم، اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور مختلف تنظیموں کی جانب سے بڑے پیمانے پر اس کی مذمت کی گئی۔ اور سخت ردعمل ظاہر کیا گیا۔ مغربی فکری مراکز اور لادینیت کی ترویج و اشاعت کے اداروں نے طلوع نیوز پر حملہ اظہار رائے کی آزادی پر حملہ قرار دیا۔ اور شدید ردعمل ظاہر کیا۔ کابل کے نام نہاد حکمران اشرف غنی نے کہا کہ 'طلوع نیوز پر حملہ افغانستان کے آئین پر حملے کے مترادف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ طلوع نیوز نشر کر رہا ہے، وہ آئین کے مطابق ہے۔ اس لیے اس پر حملے کی نہ صرف مذمت کی گئی، بلکہ اس کو آئین پر حملہ قرار دے دیا۔ ان تمام معاملات کو دیکھ کر یہ امر مزید واضح ہوتا ہے کہ طلوع نیوز عام نجی ٹی وی نیٹ ورک نہیں، بلکہ یہ مغرب کی فکری یلغار کا ایک اہم ادارہ ہے، اس لیے تمام کفریہ دنیا نے متحد ہو کر حملے کی شدید مذمت کی اور ٹی وی کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ طلوع نیوز کے ساتھ کفریہ دنیا کی اس طرح کی حمایت یہ ثابت کرتی ہے کہ افغانستان میں موجود ذرائع ابلاغ کو از سرنو تسلیم کیا جائے۔ ان کی تعریف اور شناخت کا تجزیہ کیا جائے۔ اصولی طور پر یہ ذرائع ابلاغ نہیں، بلکہ جس طرح امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا کہ "یہ دشمن ملک کے انٹیلی جنس ادارے ہیں، جن کا کنٹرول دشمن کے ہاتھوں میں ہے۔"

ماضی میں دشمن کے مختلف اہداف اور مراکز پر حملے کیے گئے ہیں۔ باگرام کے فوجی اڈے، امریکی سفارت خانے، سی آئی اے ہیڈ کوارٹر، ایساف کے ہیڈ کوارٹر اور دیگر کئی طرح کے حساس مراکز کو نشانہ بنایا گیا ہے، لیکن مغرب نے اتنا سخت ردعمل ظاہر نہیں کیا، تاہم طلوع نیوز پر ہونے والے حملے کے خلاف مغرب کے شدید ترین ردعمل سے ظاہر ہوتا ہے مجاہدین نے دشمن کی انتہائی حساس رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ ان کے سب سے اہم مرکز کو ہدف بنایا ہے۔ طلوع نیوز کے ساتھ کفریہ دنیا کی حمایت اور سخت ردعمل سے طلوع نیوز، یک ٹی وی اور اس طرح کے دیگر نیٹ ورکس بظاہر میڈیا کے نام کے پر دشمن کے لیے جاسوسی کا کام کرتے ہیں۔ ہماری سوسائٹی کو چاہیے کہ اس نیٹ ورک کی شناخت کرے۔ اس کی خبروں پر بھروسہ نہ کرے۔ اس کی خبروں کو دشمن کے پروپیگنڈے کے طور پر دیکھے اور اس کے عملے کو بدنام کرنے کے لیے ہر ممکن کوششوں کو بروئے عمل لائیں۔

☆☆☆

شرک جیسا کوئی گناہ نہیں

عربی سے ماخوذ: سعد جان

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں کسی کو شریک مانا جائے۔ اس ذات اقدس کے علاوہ کسی اور کو الٰہ سمجھا اور کہا جائے۔ لیکن شرک کی ایک عام اور سب سے معروف قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربانیت میں خدا تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق کو ہم سر مانا جائے۔ وہ اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی پکارا جائے... یا کچھ عبادات اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے خاص کر لی جائیں۔ جیسے جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا... اسی طرح کسی پیر مرید کے نام کی نذر ماننا... اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی غیر سے ڈرنا... اس سے امید رکھنا... اور اسی کو محبت کے لائق سمجھنا۔ قرآن کی تصریح کے مطابق شرک سب گناہوں سے بڑھ کر خطرناک ہے۔

شرک کے سب سے بڑے گناہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی بعض خصوصیات میں شریک اور برابر سمجھا جاتا ہے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک سمجھے گا، وہ ایسے ہی ہے کہ اس نے مخلوق کو خالق کے قائم مقام کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرما رکھا ہے:

''إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔''

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ظلم کسے کہتے ہیں:

"ظلم کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے مرتبے و مقام سے ہٹانا۔ لہٰذا جو بھی غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ درحقیقت عبادت کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دیتا ہے۔ وہ اس عبادت کو غیر اللہ کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عمل سب سے بڑا ظلم ہے۔"

شرک کے بڑے گناہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ وہ اس گناہ گار کو معاف نہیں کرے گا، جو شرک سے توبہ نہیں کرے گا۔ اسی حوالے سے قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔''

بے شک اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جس کے گناہوں کو چاہے، معاف کر دیتا ہے۔

شرک کے بڑے گناہ ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مشرک پر حرام قرار دے رکھا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہی رہے گا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ۔''

بے شک جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر رکھا ہے۔ اور اس مشرک آدمی کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں ہے۔

شرک کے بڑے گناہ ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ شرک تمام اعمال کو تباہ اور غارت کر دیتا ہے۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں انبیاء کرام کا تذکرہ فرمانے کے بعد ارشاد فرماتا ہے:

''وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔''

اگر یہ [انبیاء کرام علیہم السلام] بھی شرک کرتے تو وہ (شرک) اُن کے کئے ہوئے تمام نیک اعمال کو غارت کر دیتا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے کہ:

''وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔''

اور تحقیق آپ کی طرف وحی کر دی گئی ہے اور ان کی طرف بھی، جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ وہ یہ کہ اگر آپ نے شرک کیا تو وہ تمہارے اعمال کو برباد کر دے گا اور تم لوگ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

شرک کے بڑے گناہ ہونے کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ شرک... مشرک کے خون اور اس کے مال کو حلال کر دیتا ہے۔ اس بارے میں قرآن میں وارد ہوا ہے کہ:

''فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔''

(اے مسلمانو!) تم مشرکین کو جہاں بھی پاؤ، انھیں قتل کر ڈالو۔ اور انھیں پکڑو، انھیں گھیرو اور انھیں پکڑنے کے لیے ہر گھات کی جگہ تاک لگا کر بیٹھو!

اس پر مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے کہ:

''أمرت أن أقاتل حتى يقولوا لا إله إلا الله، فإذا قالوها عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحقها۔''

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہاں تک قتال کروں کہ وہ (مشرک) لا الہ الا اللہ کہہ لیں۔ جب وہ یہ کلمہ کہہ لیں گے تو وہ صرف اسی کلمے کی بدولت مجھ سے اپنا خون اور مال محفوظ کر لیں گے۔

شرک کے بڑے گناہ ہونے کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ شرک کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟ قلنا: بلى يا رسول الله! قال: الإشراك بالله، وعقوق الوالدين... الحديث۔''

کیا میں تمھیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواباً عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟! تب آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا کائنات کو پیدا کرنے اور اپنی اطاعت کا حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ اس ذات بابرکات کو اس کے ناموں اور صفات کے ساتھ پہچانا جائے۔ اس اکیلے کی بندگی کی جائے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ لوگوں کے درمیان انصاف سے کام لیا جائے۔ اور انصاف وہ ہے کہ جس سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔''

تحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتابیں بھی نازل کی ہیں اور میزان بھی، تاکہ لوگ اس کے ذریعے انصاف قائم کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان یہ ہوا کہ اس ذات نے انبیاء مبعوث فرمائے۔ کتابیں نازل کیں، تاکہ لوگ اس کے ذریعے عدل کا معاملہ قائم کریں۔ اور سب سے بڑھ کر انصاف اور عدل "توحید" ہے۔ درحقیقت توحید... عدل اور اس کے قائم کرنے کے اسباب کی بنیاد ہے۔ اور شرک ظلم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرار رکھا ہے کہ "بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

اس تمام بحث سے یہ ثابت ہوا کہ شرک... تمام ظلموں میں سب سے بڑھ کر ظلم ہے اور توحید... تمام انصافوں میں سب سے بڑھ کر انصاف ہے۔ لہٰذا اس مقصودِ کائنات کو فنا کرنے والی جو بھی چیز ہو گی... اور ظاہر ہے وہ شرک ہی ہے... تو وہ چیز ہی مطلقاً سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مشرک پر جنت کو حرام کر رکھا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن اس کے کسی بھی عمل کے بارے میں شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ قیامت کے دن اس کی کوئی دعا اور التجا بھی قابل قبول نہ ہو گی۔ اسی طرح اس کی کوئی تمنا بھی خدا تعالیٰ کے دربار میں قبولیت کا درجہ نہیں پا سکے گی۔ بے شک مشرک اللہ تعالیٰ کے معاملے میں بہت بڑا جاہل ہے کہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر قرار دیتا ہے۔ اور جہالت کا اس سے بڑھ کر کیا درجہ ہو سکتا ہے...؟ سچ ہے کہ یہ ظلم کی آخری حد ہے۔ اگر چہ بظاہر دیکھنے میں مشرک، اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ظلم سے کام لے رہا ہے، لیکن درحقیقت وہ اپنی ہی ذات پر ظلم کے پہاڑ ڈھا رہا ہے۔"

شرک کے بڑے گناہ ہونے کی ساتویں بڑی وجہ یہ ہے کہ شرک ایک نقص اور عیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس سے پاک قرار دیا ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی شرک کرتا ہے، وہ ان عیبوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو واضح چیلنج ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ انتہا درجے کی عداوت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس گناہ سے پناہ میں رکھے۔ آمین

⊙⊙⊙

احمد فارسی

افغانستان

جنوری 2016 میں

نوٹ: زیر نظر تحریر میں صرف ان واقعات اور دشمن کی ہلاکتوں کو شامل کیا گیا ہے، جن کا دشمن نے خود بھی اعتراف کیا ہے۔ جب کہ اس کے علاوہ مزید مکمل اور درست معلومات، جن میں امارت کے غیر ملکی اور اس کے مقامی کٹھ پتلیوں کو بھاری جانی و مالی نقصان ظاہر کیا گیا ہے، آپ امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ دیکھ سکتے ہیں۔

جنوری 2016 اگرچہ موسم کے لحاظ سے سرد ترین مہینہ تھا، لیکن جہادی محاذ مجاہدین کے لیے فتوحات سے بھرپور رہا۔ دشمن کو بھی اس مہینے میں بہت زیادہ نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔

قابض دشمن کے نقصانات:

2016 کے پہلے مہینے میں قابض دشمن پر نہ صرف حملے ہوئے، بلکہ انھیں بھاری جانی اور مالی نقصان بھی پہنچایا، جس کے باعث دشمنوں کے مستقبل کی منصوبہ بندی ناکام بنا دی گئی ہے۔ اس ماہ جھوٹ کے عادی دشمن نے اپنے صرف 3 جنگجوؤں کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے، جو صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں 6 جنوری کو امریکی ہیلی کاپٹر کے حادثے میں ہلاک ہوئے۔ جب کہ یہ واقعہ کسی سے مخفی نہیں تھا، جس میں بڑے فوجی افسروں سمیت 17 دہشت گرد ہلاک ہوئے تھے۔ پیر کے روز 11 جنوری کو صوبہ لغمان میں ان کے ٹھکانے پر دستی بم حملوں میں 4 غیر ملکی فوجی ہلاک اور 3 زخمی ہوئے۔ مذکورہ حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے فوجیوں کی ہلاکتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور نہ ہی کٹھ پتلی جنگجوؤں کی اموات تسلیم کرتے ہیں، بلکہ وہ دس فوجیوں کی ہلاکتوں میں صرف ایک کی تصدیق کرتے ہیں۔

دشمن کی صفوں میں نقصانات:

جنوری میں قابض دشمن کی طرح افغان اجرتی قاتل، پولیس اور کٹھ پتلی انتظامیہ پر بھی کوئی ایسا دن نہیں گزرا، جس میں انھیں نشانہ نہ بنایا گیا ہو۔ 9 جنوری کو میڈیا کی جانب سے شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق صوبہ ہلمند میں لڑنے والے وہ جنگجو، جو بیماری یا تعطیلات کے بہانے گھر چلے گئے تھے، واپس جنگ کے میدان میں آنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ 10 جنوری اتوار کو جرمن ہفتہ وار میگزین 'ٹیلی کیو نیکیشن' نے ایک رپورٹ شائع کی ہے، جس کے مطابق بدامنی کے حالیہ واقعات کے بعد نیٹو کا افغان جنگجوؤں کی طاقت پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔

داخلی دشمن کے نقصانات:

5 جنوری منگل کو صوبہ سمنگان کے لیے امن کونسل کے سربراہ اسی صوبے میں ہلاک ہوگئے تھے۔ 13 جنوری کو صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں اربکی ملیشیا کے کمانڈر اپنے دو محافظوں سمیت ہلاک ہوگئے۔ اس کے دو دن بعد قندھار کے ضلع خاکریز میں ایک چوکی کے اہل کار نے اپنے کمانڈر سمیت چار جنگجو فوجیوں کو ہلاک کر کے فرار ہوگیا۔ اسی طرح 18 جنوری پیر کو صوبہ ہلمند کے علاقے بابا جی میں ایک اور واقعے میں ایک پولیس اہل کار اپنے کمانڈر سمیت 5 پولیس دہشت پسندوں کو ہلاک کر کے فرار ہوگیا۔ اس ماہ نہ صرف درج بالا واقعات رونما ہوئے، بلکہ 22 جنوری کو صوبہ روزگان میں شہر کے اندر انٹیلی جنس پولیس ہیڈ کوارٹر کے سربراہ ہلاک ہوگئے۔ 26 جنوری کو بھی ایک ایسے ہی واقعے میں ضلع 'چنارتو' میں ایک اہل کار نے اپنے دس ساتھیوں کو مار ڈالا۔

حالیہ دنوں میں بھی دشمن کے بہت اہم افراد ہلاک ہوگئے ہیں، جن میں قابل ذکر 30 جنوری کو صوبہ ننگرہار کے گورنر کے مشیر اور قومی ٹیلی ویژن کے ترجمان کی ہلاکت سمیت 31 جنوری کو صوبہ کنڑ کے ضلع سرکان کے پولیس

کمانڈر اور سلامتی تیمبر کو ہلاک کر دیا گیا۔

دشمن کے مالی نقصانات:

اس ماہ قابض دہشت گرد اور اس کی اجرتی ملیشیا کو بھاری مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے، جن میں ٹینکوں، فوجی گاڑیوں اور دیگر فوجی سامان کی تخریب کے علاوہ 3 جنوری کو صوبہ لوگر کے ضلع 'محمد آغا' میں اور 5 جنوری کو صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں فوجی ہیلی کاپٹر مار گرایا۔

اجرتی اہل کاروں کی گرفتاری اور امارت کے ساتھ الحاق:

امارت اسلامیہ کے جلب وجذب (بھرتی) کمیشن کی کوششوں کی بدولت اور عوام کو شعور دینے کے باعث حکومت کے مختلف محکموں کے متعدد ملازمین نے جنوری میں اپنی ملازمتوں کو چھوڑ کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گئے ہیں، جب کہ کچھ غنڈوں کو گرفتار کرنے میں بھی مجاہدین کامیاب رہے ہیں۔ اسی مہینے میں دشمن کے مختلف محکموں کے 543 کارکنوں نے امارت اسلامیہ کی فوج میں شمولیت اختیار کرلی ہے، جن میں چند کی مثالیں قابل ذکر ہیں:

2 جنوری کو صوبہ جوزجان میں 17 فوجی غنڈوں، 26 جنوری کو صوبہ لغمان کے ضلع بادپشت میں ایک مشہور جنگجو لیڈر اور 29 جنوری کو صوبہ بادغیس کے ضلع بالامرغاب میں 8 پولیس اہل کاروں نے غنڈہ گردی ترک کرکے مجاہدین میں شمولیت اختیار کرلی ہے۔ اس کے علاوہ 28 جنوری جمعرات کو گرفتاریوں کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کی فوج نے جنوب مغربی صوبہ نیمروز کے ضلع خاشرود میں اجرتی غنڈوں کے دو کمانڈروں اور ایک ڈپٹی کمانڈر کو گرفتار کرکے علاقے کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

عزم آپریشن:

طلوع ٹی وی کی ایک رپورٹ کے مطابق 2015 میں طالبان نے ملک بھر میں دس ہزار سے زائد کارروائیاں کی ہیں، جو گزشتہ سالوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہیں۔ نئے سال کے آغاز میں بھی عزم آپریشن عروج پر رہا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

یکم جنوری کو ایک زوردار دھماکے نے کابل کے علاقے 'قلعہ فتح اللہ' کو لرزا دیا۔ دھماکے کا ہدف غیر ملکیوں کا مہمان تھا، جس میں درجنوں قابض اور ان کے کٹھ پتلی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 4 جنوری کو کابل شہر میں غیر ملکیوں کے بارش کیمپ پر حملہ کیا گیا، جس میں دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں دشمن کے دہشت گرد فوجی قافلے پر مجاہدین کے حملے میں 15 افراد ہلاک ہو گئے۔ اس واقعے کے اگلے روز کابل شہر کے وزیر اکبر خان کی دسویں سڑک پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے آپریشن میں بڑی تعداد میں غیر ملکی اور مقامی شدت پسند ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ان کارروائیوں کے سلسلے میں جمعرات 21 جنوری کو قندھار کے ضلع میوند میں دشمن کی چیک پوسٹوں پر حملے کے بعد اجرتی غنڈہ گرد فوجی 5 چیک پوسٹیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس کے ایک روز بعد صوبہ ہلمند میں پولیس ہیڈکوارٹر پر حملے میں بڑے پیمانے پر ہلاکتیں ہوئیں، جن میں شدت پسند پولیس کے اعلی حکام بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ 25 جنوری پیر کے روز قندھار کے ضلع سپین بولدک میں دشمن کے اہم فوجی ٹھکانے پر حملہ کیا گیا، جس میں درجنوں تنخواہ دار نوکر ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ آخرکار جنوبی صوبوں میں مسلسل ناکامیوں کے بعد قندھار اور ہلمند میں کٹھ پتلی انتظامیہ مجبور ہو گئی کہ مجاہدین کے خلاف جنگ میں ناکامی پر مفت کی تنخواہ لینے والے 205th کور کمانڈر کو اپنی ڈیوٹی سے ہٹا دے۔

مجاہدین کی مضبوطی کا اعتراف:

مجاہدین کی فتوحات اور کامیابیوں نے دشمن کو مجاہدین کی قوت اور مضبوطی کے اعتراف پر مجبور کر دیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ دشمن کے خیال میں مجاہدین چند لوگ تھے اور دعوی تھا کہ بہت آسانی سے ان کا صفایا کریں گے، لیکن مجاہدین کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور پے درپے فتوحات نے آخرکار دشمن کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ مجاہدین کی مضبوطی کا اعتراف کر ہی لے۔ پیر کو اس سلسلے میں امریکی سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسی کے سابق سربراہ نے CBS ٹیلی ویژن کو ایک انٹرویو میں کہا کہ 'طالبان نے گزشتہ سال اسٹریٹیجک لحاظ سے بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور 2016 میں ان کی پیش رفت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔'

اس اعتراف کی تائید میں 5 جنوری منگل کو اشرف غنی کی نام نہاد وزارت داخلہ نے کابل میں حالیہ حملوں پر رد عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ کابل کی صورت حال باعث تشویش ہے۔ ایک دن کے بعد وائٹ ہاؤس نے کہا کہ 'صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں تازہ ترین تبدیلیوں اور واقعات سے پتا چلتا ہے کہ افغانستان اب بھی ایک خطرناک جگہ ہے۔ اگرچہ ہلمند نے بار بار دشمن کو تلخ

اعتراف پر مجبور کیا ہے، لیکن پیر کے روز 11 جنوری کو صوبائی کونسل کے ایک رکن نے ایک اور اعتراف کیا کہ اگرچہ صوبے کے 60 فیصد پر طالبان کا کنٹرول ہے، اگر باقی 40 فیصد پر اشرف غنی نے توجہ نہ دی تو اس پر بھی امارت قبضہ کرلے گی۔' صوبہ غزنی میں قبائلی رہنماؤں نے اعلی حکومتی حکام سے ملاقات میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حالات کو دیکھتے ہوئے صوبے کے بعض دیگر اضلاع پر بھی امارت اپنا کنٹرول سنبھال سکتی ہے۔'

اس سلسلے میں 30 جنوری کو SIGAR ایجنسی نے اعتراف کیا کہ امارت سے لڑنے میں اربوں ڈالر خرچ کیے گئے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اب بھی مضبوط ہے۔ اسی طرح افغانستان اور پاکستان کے لیے امریکا کے خصوصی نمائندے نے کہا: "امریکی فوج کی مدد کے بغیر اشرف غنی کے غنڈے امارت سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

امارت کی علم دوستی:

تعلیم کی مخالفت کے حوالے سے امارت اسلامیہ کے دشمن جھوٹے الزامات کا سہارا لے رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود کئی بار مخالفین اس اعتراف پر مجبور ہوئے ہیں کہ امارت کے زیر کنٹرول علاقوں میں تعلیمی نظام، اسکولز، اساتذہ اور طلباء امارت کے ساتھ دوستی کے اظہار کا اعتراف کر چکے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف تعلیم کے ساتھ مجاہدین کی دوستی کا اقرار کیا، بلکہ یہ اعتراف بھی کیا کہ طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں تعلیمی نظام امریکا کے محتاج اشرف غنی کے زیر کنٹرول علاقوں کے مقابلے میں بہت اچھا اور بہتر ہے۔ اس سلسلے میں 25 جنوری پیر کو کٹھ پتلی اشرف غنی ملازمین نے ایک بار پھر اعتراف کیا ہے کہ صوبہ ننگرہار میں کئی اسکول اور دیگر تعلیمی مراکز مجاہدین کی طرف سے فعال ہو چکے ہیں اور تدریسی نظام کے علاوہ اوقات کی تقسیم کے طریقہ کار بھی امارت کے تعلیمی کمیشن کی طرف سے تیار کردہ ہیں۔

شہریوں کو ہراساں اور ہلاک کرنا:

طاغوتی قوتیں ہمیشہ اپنا بدلہ غریب اور مظلوم عوام کو ناحق قتل کر کے لیتی ہیں۔ جنوری کے مہینے میں بھی غیر ملکی حملہ آوروں اور ان کے حواریوں نے 20 شہریوں کو شہید کر دیا تھا۔ زخمی اور شہید کرنے کے علاوہ بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا، جن کو یہاں ایک تحریر میں درج نہیں کیا جاسکتا۔ شہری ہلاکتوں کی مزید تفصیلات امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ پر شہری ہلاکتوں کے کمیشن کی رپورٹ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ تاہم یہاں بطور نمونہ چند واقعات ذکر کریں گے:

5 جنوری کو صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں اشرف غنی کے اُجرتی غنڈوں نے مقامی آبادی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں بے گناہ لوگوں اور ان کے گھروں کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا، جس کے خلاف صوبائی کونسل کے ارکان نے بھی بے ڈھنگ آواز بلند کرکے شہریوں کے تحفظ کا مطالبہ کیا تھا۔ اس واقعے کے ایک دن بعد صوبہ بادغیس میں اشرف غنی کے جرائم پیشہ غنڈوں نے ایک 9 سالہ معصوم لڑکی کو اجتماعی زیادتی کے طور پر درندگی کی انتہا کر ڈالی۔ قندھار کے لوگ بھی کٹھ پتلی اشرف غنی کی پولیس اور غنڈوں کی سربریت سے تنگ آچکے ہیں۔ 18 جنوری کو قندھار کے تین اضلاع کے لوگوں نے پولیس کی سفاکانہ کارروائی کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی، جب کہ دو دن بعد کابل سے شائع ہونے والے اخبارات میں رپورٹ نشر ہوئی کہ پولیس کی جانب سے رات کی تاریکی میں لوگوں کو لوٹ لیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں آخری خبر یہ ہے کہ 30 جنوری کو اجرتی دہشت گردوں کے حملے میں شمال مغربی صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ میں چار شہری شہید کر دیے گئے۔

قومی جاب گھر کی انتظامیہ کے مظالم

اگر مقامی دہشت گرد اشرف غنی کی سفاکانہ کارروائیوں کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ وہ شرعی قانون کی پاس داری کرتے ہیں اور نہ ہی جمہوری قانون کا احترام کرتے ہیں۔ بلکہ جب اور جہاں چاہیں، قانون کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اشرف غنی خود اپنے قائم کردہ اصولوں اور انسانی اقدار کے تحفظ کا خیال نہیں کرتے، بلکہ بے لگام طریقے پر امریکا کے پٹھو بنے ہوئے ہیں، جنہیں مظلوم عوام پر قابض قوتوں نے مسلط کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں 5 جنوری کو دہشت گردوں کے پارلیمنٹ نامی اڈے میں منعقد ایک اجلاس میں 'ٹیلی کیمونیکیشنز' کا ٹیکس بڑھا کر دوسری جانب اعلان کیا کہ کالرز کی طرف سے جان بلب اشرف غنی کو اپنے ہی غنڈوں کی چال بازی کی وجہ سے ٹیکس کی مد میں ملنے والی رقم میں 8 ملین کا غبن ہوا ہے۔ اس سے ایک دن قبل قندوز کی چہار درہ ڈسٹرکٹ کے گورنر نے بطور احتجاج استعفی دے دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ

یہاں سب کچھ شو کے لیے ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ضلع مجاہدین کے کنٹرول میں ہے اور میں یہاں بے اختیار بیٹھا ہوں۔ اس لیے بہتر ہے کہ میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے مستعفی ہو جاؤں۔'

14 جنوری کو صوبہ فاریاب کے گورنر نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ صوبے کی کٹھ پتلی پولیس اور فوج امارت کے مجاہدین کو ہتھیار فروخت کر رہے ہیں، جس سے خود اشرف غنی کی جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔ یہ خبر امریکا کے اشرف غنی کے لیے باعث شرم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشرف غنی صحیح معنوں میں امریکا کے احکامات پر عمل درآمد نہ کرکے نمک حرامی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں 27 جنوری کو کرپشن کی روک تھام کے لیے بین الاقوامی تنظیم کے دفتر سے جاری ہونے والی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ 2015 میں اشرف غنی نے دنیا بھر میں کرپشن میں دوسری پوزیشن حاصل کرلی ہے۔ گزشتہ سال اشرف غنی کرپشن کی دوڑ میں چوتھے نمبر پر تھے، جس پر انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ مزید کامیابی کی صورت میں ملک کو کرپشن سے پاک کیا جائے گا۔ ظاہر ہے، جب افغانستان میں پیسہ ہی نہیں ہوگا تو وہ منطقی طور پر خود ہی کرپشن سے پاک ہو جائے گا۔ یعنی کہ رقم، جو کہ کرپشن کا اصل سبب ہے، ملک کو اس سے ہی پاک کر دیا جائے گا، تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری!

'طلوع' کے خلاف کارروائی:

طلوع نیوز فحاشی و عریانی پھیلانے اور مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے سے باز نہ آیا۔ جس پر اسلامیہ نے اس کو اپنے فوجی اہداف کی لسٹ میں شامل کرلیا۔ حالانکہ اس سے قبل کئی بار طلوع نیوز کے عملے کو آگاہ کیا تھا، لیکن وہ اپنے مذموم مقاصد سے باز نہ آئے اور امارت اسلامیہ کو اس انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا کہ اس کے خلاف کارروائی کرے۔ اس اعلان کے بعد امارت اسلامیہ کے ایک فدائی مجاہد نے 20 جنوری کو کابل شہر کے وسط میں عملی کارروائی کرتے ہوئے طلوع نیوز کے ملازمین کی بس پر حملہ کیا، جس میں سوار تمام لوگ ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ یہ حملہ ان لوگوں کے لیے عبرت ناک درس ہے، جو معمولی اجرت پر اسلامی اور افغانی قوانین کی دھجیاں اڑاتے ہیں اور افغان مظلوم خواتین کی عزت لوٹتے ہیں۔

سیاسی میدان:

ماضی میں بھی امارت اسلامیہ نے جہادی محاذ کے ساتھ سیاست، ثقافت اور دیگر میدانوں میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ کسی میدان کو بھی مخالفین کے لیے خالی نہیں چھوڑا۔ اسی سلسلے میں 23 جنوری کو قطر میں پگواش کے زیر اہتمام بین الاقوامی کانفرنس میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے ارکان نے شرکت کرکے امارت اسلامیہ کا مؤقف واضح کیا اور اپنے مؤقف سے عالمی رہنماؤں کو آگاہ کیا۔ امارت اسلامیہ کے رسمی مؤقف کو مختلف سیاسی جماعتوں نے سراہا اور کانفرنس میں شریک رہنماؤں نے اس کا خیر مقدم کیا۔

فوجیوں کی واپسی:

افغانستان میں غیر ملکی قوتوں نے شکست کا سامنا کرنے کے بعد انخلا کے فیصلے کے بعد اعلان کیا کہ سال 2015 کے آخر تک افغانستان چھوڑ دیں گے۔ پھر اس تاریخ کے بعد اعلان کیا کہ سال 2016 کے بعد انخلا مکمل کریں گے، لیکن اب 27 جنوری کو واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ میں انکشاف ہوا ہے کہ امریکی حکام افغانستان سے مکمل انخلا پر متفق نہیں ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکا، افغانستان میں فوجیوں کو مزید رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیوں کہ اشرف غنی اور اُن کی کمپنی امریکی مفادات کا تحفظ نہیں کرسکتے۔ فی الحال امریکا کا خیال ہے کہ افغانستان میں امریکی مفادات کو خطرہ لاحق ہے، اس لیے امریکی فوج کئی دہائیوں تک افغانستان میں موجود رہے گی۔ یہ امریکا کا فیصلہ ہو سکتا ہے، لیکن افغانستان کے غیور عوام کبھی بھی غیر ملکی تسلط برداشت نہیں کریں گے۔ اپنی سرزمین کا بھرپور دفاع کریں گے۔ افغان عوام نے کبھی غیر ملکی تسلط برداشت کیا ہے، نہ آئندہ کریں گے۔ روسی جارحیت کی طرح امریکی جارحیت کے نتائج ان کے حق میں شرمناک ہوں گے۔ جس طرح سویت یونین کو شکست دی تھی، اسی طرح امریکا کا مقدر بھی شکست ہے۔

★★★

جنگی جرائم (جنوری 2016)

سید سعید

3 جنوری 2016 کو صوبہ غزنی کے ضلع خوگیانو کے علاقے 'شیخ آکا' میں پولیس اہل کار نے ایک شہری بارک الدین کے دس سالہ معصوم بیٹے کو بلاوجہ شہید کر دیا۔

5 جنوری کو صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے لوگوں نے میڈیا کو بتایا کہ اشرف غنی کی فورسز کی طرف سے مارٹر حملوں کے علیحدہ علیحدہ واقعات میں 'سہاکو' کے علاقے میں ایک شخص اور ایک عورت شہید، جب کہ کئی بچے زخمی ہوئے ہیں۔

6 جنوری کو صوبہ سرپل کے دارالحکومت کے قریب بند چال اور تنگ کے علاقے میں فورسز نے راکٹ داغا، جو ایک گھر پر جا گرا، جس میں ایک عورت شہید ہوگئی اور گھر کا ایک حصہ بھی تباہ ہو گیا۔

9 جنوری کو صوبہ بلخ کے ضلع گریشک کے علاقے حیدر آباد کے وزیران گاؤں میں قابض افواج نے افغان فورسز کے تعاون سے چھاپہ مارا اور ایک گھر میں موجود 2 مہمانوں کو شہید اور دو افراد کو گرفتار کر لیا۔

10 جنوری کو صوبہ تخار کے ضلع 'درقد' کے گاؤں نور خیل میں کٹھ پتلی فورسز کے مارٹر حملے میں ایک عورت سمیت دو افراد شہید ہو گئے۔ اسی دن صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے دولت زئی میں پولیس کی فائرنگ سے ایک خاندان کی تین بچیوں سمیت چار افراد زخمی ہو گئے۔

12 جنوری کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے گاؤں 'محکم' میں پولیس نے ایک شخص مؤمن خان کو گھر سے نکال کر اس کی ناک اور کان کاٹ دیا، بعد ازاں اسے شہید بھی کر دیا۔

13 جنوری کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان کے گاؤں 'سابر ہو' پر قابض اور افغان فوجیوں نے چھاپہ مارا، گھروں کی تلاشی لینے کے دوران پانچ شہریوں کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔

14 جنوری کو صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے گلداد خیل میں فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاتون سمیت دو افراد شہید اور ایک عورت سمیت تین افراد زخمی ہو گئے۔

18 جنوری کو صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک کے علاقے 'الوزی' میں فورسز کی طرف سے داغے گئے راکٹ سے دس عام شہری زخمی ہو گئے۔

24 جنوری کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے سوری میں پولیس کی فائرنگ سے ایک عورت اور ایک بچہ زخمی ہو گئے۔

جنوری کے آخر میں صوبہ بغلان کے لوگوں نے سوشل میڈیا پر شکایت کی کہ حکومتی فورسز کی حالیہ کارروائیوں کے نتیجے میں ان کے گھروں اور مساجد کو نقصان پہنچا ہے۔ بالخصوص ضلع ڈنڈ غوری میں حکومتی فورسز نے بھاری ہتھیاروں کا استعمال کیا، جس کے باعث ان کے مکانات متاثر ہوئے اور بڑے پیمانے پر انسانی اور مالی نقصانات ہوئے۔

27 جنوری کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے مختلف دیہاتوں "خوشحال، مرادی، اتل اور غوتانو" میں پرائیویٹ ملیشیا کے اہل کاروں نے عام لوگوں کے گھروں کی تلاشی لیتے وقت انہیں مارا پیٹا گیا۔ ان کی نقدی اور قیمتی سامان بھی لے گئے۔

28 جنوری کو صوبہ کنڑ کے ضلع غازی آباد کے مضافات میں فورسز کے مارٹر حملے میں ایک معصوم بچہ شہید اور کئی زخمی ہو گئے۔ اسی دن صوبہ غزنی کے ضلع خوگیانو میں فورسز کے آپریشن میں دو شہری شہید اور پانچ زخمی ہو گئے۔

29 جنوری کو صوبہ فاریاب کے ضلع خواجہ موسیٰ کے قلعہ ینگی اور قلعہ گدائی میں داخلی فوجیوں کے مارٹر حملوں میں ایک عورت شہید، جب کہ ایک شخص اور دو بچے زخمی ہو گئے۔ اسی دن صوبہ بلمند کے ضلع سنگین کے علاقے مالند میں قابض افواج نے چھاپہ مارا اور ایک شخص کو قیدی کے طور پر اپنے ساتھ لے گئی۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، خبریال، پژواک، لراوبر، نن ٹکی اشیا۔

ربیع الثانی کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی ہلاکت	صلیبیوں کی زخمی	افغان اہلکار ہلاک	افغان اہلکار زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	42	1	0	0	77	24	11	8	1	1
2-	ہلمند	88	0	0	0	197	74	26	3	5	0
3-	غزنی	18	0	0	0	41	19	6	0	3	0
4-	خوست	43	0	0	0	111	60	12	1	3	0
5-	نورستان	20	0	0	0	30	11	10	5	6	0
6-	میدان وردگ	1	0	0	0	0	0	1	0	0	0
7-	کنڑ	12	0	0	0	11	7	5	0	0	0
8-	پکتیکا	12	0	0	0	20	0	3	0	0	0
9-	زابل	16	0	0	0	28	9	0	1	1	0
10-	لوگر	20	0	0	0	21	16	7	3	4	0
11-	کاپیسا	87	0	0	0	64	44	7	0	1	0
12-	روزگان	24	0	0	0	51	18	8	5	1	0
13-	پکتیا	24	0	4	3	27	28	4	1	0	0
14-	فراہ	42	0	0	0	120	56	13	0	0	0
15-	کابل	9	2	0	0	76	26	3	2	0	1
16-	ننگرہار	33	0	0	0	48	26	7	2	2	0
17-	لغمان	34	0	0	0	69	30	12	0	1	0
18-	ہرات	11	0	0	0	13	10	0	0	0	0
19-	نیمروز	11	0	0	0	20	9	1	0	0	0
20-	بادغیس	5	0	0	0	17	7	1	0	2	0
21-	قندوز	9	0	0	0	16	9	2	0	0	0
22-	بغلان	25	0	0	0	35	31	6	1	0	0
23-	فاریاب	17	0	0	0	38	38	9	1	1	0
24-	غور	29	0	0	0	150	98	12	5	15	0
25-	پروان	12	0	0	0	18	13	0	0	0	0
26-	تخار	4	0	0	0	13	2	1	0	0	0
27-	سمنگان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
28-	بدخشان	7	0	0	0	15	15	3	2	3	0
29-	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
30-	بلخ	11	1	0	0	22	36	4	1	0	0
31-	جوزجان	10	0	0	0	26	12	18	2	5	0
32-	دائی کنڈی	1	0	0	0	1	1	0	0	0	0
33-	سرپل	6	0	0	0	8	19	5	0	1	0
34-	پنجشیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
	مجموعہ	683	4	4	3	1383	748	197	43	55	2

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- کابل میں ایک ہیلی کاپٹر 2- بغلان میں ایک ہیلی کاپٹر

ولاية
هلمند
إعداد أسود الإمارة الإسلامية (طالبان) للمعركة

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

5th Year March 2016

بہار کی آمد آمد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی بدولت مجاہدین کے حوصلے بلند ہیں۔ ایک بار پھر حق وباطل کا گرم معرکہ سجنے کو ہے۔ افغان مجاہدین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ادارہ ماہنامہ شریعت